Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

رسالہ اردو

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ریویو آف ریلیجنز

نمبر ۲ — ۵ فروری ۱۹۳۴ء — ۲۰ شوال المعظم ۱۳۵۲ھ — جلد ۳۳

ایڈیٹر محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

میرے مذہب کے مطابق نجات کے حصول کے ذرائع کیا ہیں — ۳۷/۵۲ — مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی

قرآن مجید کے آیات و سُوَر کے باہمی ربط و نظم پر نظر نمبر ۴ — ۵۳/۶۲ — مولانا عبداللطیف صاحب خانپوری

التفریق التصریح بین خلیقتی المسیح — ۶۳ — مولانا حافظ مبارک احمد صاحب بھیروی

الہامات مسیح موعود علیہ السلام در بارہ زلازل

زلزلہ بہار

المقتبسات والملتقطات

چندہ سالانہ
اندرون ہند سے تین روپے

مستحق طلباء اور غیر احمدیوں سے ...

چندہ سالانہ
بیرون ہند سے تین روپے آٹھ آنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الحکم کا اجراء

الحکم حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی پیاری یادگار پھر اسی روحانیت افزاء ساز و سامان کے ساتھ میدان صحافت میں جلوہ گر ہُوا۔ اور ہم وابستگان دامن احمدیت کو ایک بار پھر اس زمانے کی جھلک دکھادی جس کے لئے تیرہ صدیوں سے اولیاء اُمّت وصلحاء ملّت کو انتظار تھا۔ خدا کرے اب کے نہ ہم صرف خود بلکہ ہماری نسلیں بھی اس سے متمتع ہوتی رہیں۔ شیخ صاحب کی ہمّت عالیہ سے امید تو یہی ہے آخر وہ وقت بھی تھا جب کہ اس چھوٹے سے گاؤں میں پریس کا لانا اور کسی اخبار کا جاری کرنا عجیب بات معلوم ہوتی تھی۔ لیکن شیخ صاحب نے اپنی نوجوانی میں جب کہ انسان اپنے آپ کو بھی سنبھالنے کے قابل نہیں ہوتا۔ یہ سب کچھ کر دکھایا بلکہ آج سے ستائیس سال پیشتر ۴۰ × ۳۶ سائز کی ڈبل مشین لے آئے اور سٹیم مشین پریس چلادیا۔ الحکم کو روزانہ کردیا۔ موجودہ حالات میں تو یہ باتیں حدیث العہد لوگوں کو معمولی معلوم ہوتی ہونگی مگر جن حالات میں سے الحکم گذر چکا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت نمائیوں کے بہت سے نشان ہیں۔ الحکم کے سلسلہ جدید میں آج سے ۵۰ سال پیشتر کے حالات۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقالات مکتوبات آپ کے صحابہؓ کے سوانح اور حضرت خلیفہ ثانی کے درس القرآن کے نوٹ الغرض ایک تختہ چمن ہے جسمیں گلہائے جنت اپنی شگفتگی سے مشام جان کو معطر کرکے مست کردیتے ہیں۔ میں دوستوں کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت عرفانی کی تحویل میں مسیح محمدی کی مئے اعجاز کے کئی مٹکے سربند پڑے ہیں۔ اب کہ انہوں نے فیاضی سے کام لیکر سرپوش اُٹھایا ہے تو بادہ کشان احمدیت کو اس صلاء عام کا مژدہ ہو وہ اپنے اپنے جام لیکر بڑھیں اور پیاس بجھا کر سرشار و شادکام ہوں۔ سالانہ قیمت پانچ روپے حجم $\frac{20 \times 30}{4}$ ۱۲ صفحے۔ ہفتہ وار

فاروق جاری ہے

فاروق عہد خلافت ثانیہ کا مرد مجاہد ہے۔ معزز محترم مالک و مدیر نے آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی کا حساب لگا کر دکھادیا۔ اور بس اب خانہ آباد دولت زیادہ سُنادیا مگر پھر خدمت ملت کا خیال کرکے کمر ہمّت چست کی ہے۔ اور فاروق نہ صرف جاری رکھنے کا عزم ہے بلکہ اسے بڑی تقطیع نئے پروگرام کے ساتھ شاندار شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ احباب کرام پوری توجہ سے کام لیں۔ اور فاروق کو اس قابل کردیں۔ کہ وہ اخراجات طباعت کیلئے پریشان نہ ہو باقی خود تو ان اجری الاعلی اللہ کا ورد ہے۔ فاروق فحّاش دشمنان حق کی سرکوبی کا خاص سلیقہ رکھتا ہے اس لئے اس کا جاری رہنا نہایت ضروری ہے۔ میں پورے اخلاص و جوش کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ ہر انجمن میں پرچہ منگوایا جائے۔ قیمت سالانہ چار روپے ہفتہ وار۔ فاروق میں ماسٹر محمد علی صاحب اظہر کی طرف سے ایک نہایت قیمتی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

22

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

میرے مذہب کے مطابق مکتی یعنی نجات اور اس کے حاصل ہونیکے ذرائع کیا ہیں

یہ مضمون آریہ سماج بدوملہی کی مذہبی کانفرنس کیلئے لکھا گیا۔ اور ایک کثیر مجمع میں پڑھا گیا

جناب صدر و معزز سامعین! مَیں احمدی مسلمان ہوں اور میرا مذہب احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے یعنی وہ اسلام جو سیدنا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو خدا کی طرف سے اس زمانہ میں مسیح موعودؑ و امام مہدی معہودؑ اور کرشن رودر گوپالؑ کی حیثیت میں ظاہر ہوئے۔ اور جنہوں نے مذاہب عالم سے حشو و زوائد اور افراط و تفریط کو اپنی شان حکمیت و عدلیت کے ساتھ دُور فرما کر ایسے مذہب کو پیش کیا جو تمام صداقتوں کا جامع اور میزان عدل پر قائم اور احمدیت یا حقیقی اسلام کے نام نامی و اسم گرامی سے موسوم ہے۔ اور یہ مذہب اپنی اصل اور حقیقت کے لحاظ سے وہی مذہب ہے۔ جسے سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے آج سے تیرہ سو ۱۳۰۰ سال پہلے قرآن پاک جیسی الہامی کتاب کے ذریعہ پیش کیا ❊

نجات ابتدائی فلاح انتہائی مقصد ہے

آریہ سماج سیالکوٹ کی طرف سے سال رواں کی مذہبی کانفرنس میں جو مضمون مختلف مذاہب کے نمائندوں کے لئے تجویز کیا گیا ہے وہ یہ ہے:- کہ "میرے مذہب کے مطابق مکتی یعنی نجات اور اس کے حاصل ہونیکے ذرائع کیا ہیں"

سو مَیں بحیثیت احمدی مسلمان ہونے کے اس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ واضح ہو کہ مکتی یعنی نجات اسلامی تعلیم کی روشنی میں یہ ہے کہ انسان گناہوں اور پاپوں کی سزا اور دُکھوں سے چھوٹ جائے لیکن اسلامی تعلیم کے رُو سے انسانی زندگی کے مقاصد سے یہ اعلیٰ مقصد نہیں بلکہ ادنیٰ مقصد ہے۔ اور اعلیٰ مقصد جس چیز کو قرار دیا ہے وہ فلاح ہے اور فلاح یہ ہے کہ انسان نہ صرف نرک یعنی دوزخ سے نجات ہی حاصل کرے یعنی بہشت میں داخل ہو اور بہشت کی انواع و اقسام کی نعمتوں سے متمتع ہو جن میں سے بڑی نعمت قرآنی الفاظ میں رضوان اللّٰہ اکبر کے فقرہ میں اللہ تعالیٰ کی رضاء اور خوشنودی کو قرار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ماتحت نسل کا سلسلہ ظہور پذیر ہوُا اور اگر انسان عالمین میں سے کسی حاکم کی حکومت اور حکومت کے ڈنڈا کی ہیبت کی وجہ سے طوعاً نہ سہی کرہاً ہی مائل ہو کر اس کی اطاعت کا جوُا اپنی گردن پر اُٹھانے والا ہے۔ تو ان حاکموں اور بادشاہوں کو پیدا کرنے والا اور ان کو حکومت اور بادشاہی دینے والا بھی وہی ہے کیونکہ اصل مالک یوم الدین اور حکومت اور جزا سزا کا مالک وہی ہے۔

پس جب حسن والوں کو اور احسان والوں کو اور قرابت والوں اور رشتہ داروں کو اور حکومت اور سلطنت والوں کو وہی اللہ رب العالمین پیدا کرنے والا ہے تو سب سے بڑا حسن والا اور سب سے بڑا احسان والا اور سب سے بڑا قرابت والا اور سب سے بڑا حکومت اور بادشاہت والا کون ہوُا اور سب سے بڑھ کر حسین اور محسن اور اقرب اور حاکم ہونے کے لحاظ سے اس کامل حمد اور بے نظیر حمد و خوبی کا مستحق کون ٹھیرا وہی جس کی نسبت قرآن کریم نے ابتدا میں فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ ہر طرح کی کامل حمد اور خوبی اللہ ہی کے لئے ہے اس لئے کہ وہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ہے اور انہی صفات اربعہ کی وجہ سے اسلامی اذان میں جو ہر نماز کے وقت قبل از نماز بلند آواز سے موذن کے ذریعے کہلائی جاتی ہے اس کے شروع میں ہی چار دفعہ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کے بے نظیر اور بے مثل الفاظ میں اعلان کیا جاتا ہے کہ لوگو! اگر تم حسن کی وجہ سے کسی کے پاس جاتے ہو تو اللہ سب سے بڑا حسین ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی بھی حسن والا نہیں اور اگر تم احسان کی وجہ سے کسی کے پاس جاتے ہو تو اللہ سب سے بڑھ کر احسان کرنیوالا ہے اس سے بڑھ کر کوئی بھی محسن نہیں اور اگر تم قرابت کے لحاظ سے کسی کے پاس جاتے ہو تو اس سے بڑھ کر کوئی بھی قرابت والا نہیں۔ کیونکہ وہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید کی شان کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہے۔ اور اگر تم حکومت کی وجہ سے کسی حاکم کے پاس جاتے ہو خدا سے بڑھ کر کوئی بھی حاکم نہیں کیونکہ وہ احکم الحاکمین ہے اور ہر ایک حکومت والے سے بڑھ کر حکومت والا ہے۔

گویا انسانی فطرت کی رغبت اور میلان کے لئے جتنے ذرائع اس کے جذبات کو جنبش میں لانیوالے تھے وہ سب کے سب صفات حسنہ سے متصف اور اسماء حسنہ سے موسوم خدا کی شان میں پیش کئے گئے۔ تا ایک طرف یہی صفات حسنہ جو افاضہ کے لحاظ سے انسان کی تربیت روحانی و جسمانی کے لئے بحر فیوض اور چشمہ فیضان ہیں انسان کو بوجہ اس کی حوائج اور ضروریات کے پورا کرنے کے اپنی طرف کھینچیں اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کی حسین اور محبوب ہستی کا خوبصورت چہرہ پیش کر کے انسان پر خدا تعالیٰ کی معرفت تامہ اور کاملہ کا دروازہ کھولا جائے تا وہ کبھی خدا تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت کی پُرفیوض صفات رحمت کے مطالعہ سے یہ جانکر کہ اس کا محسن اور رحیم کریم خدا کیسا مہربان ہے اس کی طرف جذبۂ محبت و الفت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے ساتھ کھینچا جائے۔ اور کبھی اس کی حکومت اور اس کی عظمت اور جلال اور بے نیازی کی شان جو مالک یوم الدین کی صفت کے آئینہ میں جلوہ نما ہو رہی ہے اس کے مطالعہ سے یہ معلوم کرکے کہ اس کے خدا کیسی پُر عظمت اور پُر ہیبت ہستی ہے۔ اس ہیبت اور عظمت سے ترساں و لرزاں ہو کر اس کی نافرمانیوں سے اپنے تئیں بچائے اور اس کی فرمانبرداری سے اس کی رضا اور خوشنودی کو حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہو ؛

27

اسلام کی تعلیم ہی سے کامل عرفان حاصل ہوتا ہے

پس اسلام کی یہ تعلیم جو پیش کی گئی ہے یہی وہ اصل ہے جس کے پابند ہونے سے انسان کامل عرفان حاصل کر سکتا ہے اور پھر کامل عرفان کے حاصل ہونے سے کامل ایمان اور کامل یقین حاصل کر سکتا ہے اور پھر کامل یقین کے حاصل ہونیکے بعد اسے کامل طور پر اعمال صالحہ کا مقصد نصیب ہوتا ہے جس کے حصول کے بعد انسان دنیا میں ہی نجات کا مقصد حاصل کر لیتا ہے۔ پس اسلام اپنی تعلیم میں اس امر کو ضروری قرار دیتا ہے۔ کہ الٰہی مذہب جو انسان کو مرنے کے بعد نجات کی امید دلاتا ہے اگر وہ مرنے کے بعد نجات دلانے میں صادق ہے تو پہلے ایسی تعلیم پیش کرے جس سے انسان اس دنیا میں ہی اس الٰہی مذہب کی تعلیم پر عمل کرنے سے گناہوں اور پاپوں سے چھوٹ جائے اور پاپوں کی گندی زندگی سے نجات حاصل کر لے۔

جو مذہب دنیا میں اپنے پیروؤں کو نجات کے آثار اور برکات سے متمتع نہیں کرتا اور اپنے پیروان کے لئے خدا ہاں زندہ خدا کا جلوہ اس کی تازہ برکات اور تازہ نشانات اور معجزات سے نہیں دکھاتا وہ مردہ مذہب اور مردہ خدا مرنے کے بعد اپنے متبعین کے لئے کونسا فائدہ پہنچانے کے متعلق تسلی اور اطمینان کا ذریعہ پیش کر سکتا ہے۔ ؎

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا ۔ ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا
جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات ۔ اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات
وہ تازہ قدرتیں جو خدا پر دلیل ہیں ۔ وہ زندہ طاقتیں جو یقیں کی سبیل ہیں
ظاہر ہے یہ کہ قصوں میں ان کا اثر نہیں ۔ افسانہ گو کو راہِ خدا کی خبر نہیں
بن دیکھے کیسے پاک ہو انساں گناہ سے ۔ اس چاہ سے نکلتے ہیں لوگ اسکی چاہ سے
تصویر شیر سے نہ ڈرے کوئی گوسفند ۔ نے مار مردہ سے ہو کچھ اندیشۂ گزند
پس وہ خدا جو مُردہ کی مانند ہے پڑا ۔ پس کیا امید ایسے سے اور خوف اس سے کیا
ایسے خدا کے خوف سے دل کیسے پاک ہو ۔ سینہ میں اس کے عشق سے کیونکر تپاک ہو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رُخ پہ آئے دل — کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی — حُسن و جمال یار کے آثار ہی سہی
جب تک خدائے زندہ کی ہم کو خبر نہیں — بے قید اور دلیر ہیں کچھ دل میں ڈر نہیں
سو روگ کی دوا یہی وصلِ الٰہی ہے — اس قید میں ہر ایک گنہ سے رہائی ہے
زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں — مقبول بن کے اس کے عزیز و حبیب ہیں

ذریعہ نجات کا جامع اصل

اسلام کی تعلیم میں نجات کا ذریعہ جامع اصول کے لحاظ سے ایک یہ پیش کیا ہے جو الفاظ ذیل میں قرآن کریم نے بیان فرمایا یعنی من اسلم وجھہ للّٰہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کیلئے نجات پانے کا ذریعہ ہے کہ وہ اپنی تمام طاقتیں اور قُوتیں خواہ وہ روحانی ہوں یا جسمانی خواہ اعتقادی ہوں خواہ عملی وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اس کی اطاعت میں لگا دے اور دوسری طرف خدا کی مخلوق پر احسان کرنے والا ہو پس اصولی طور پر ان دونو صورتوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان کی اس کوشش اور مساعی جمیلہ کے صلہ میں ایک طرف اسے جہنم کی پُر عذاب زندگی سے آزاد کیا جائیگا اور دوسری طرف اسکو جنت میں داخل کر کے ہر طرح کے حزن اور غم سے نجات دیجائیگی ؛

یہ اس لئے کہ انسان کے ذمے اسلام کا پاک مذہب دو طرح کے حقوق لگاتا ہے ایک حق خالق کا اور دوسرا مخلوق کا خالق کا حق یہ ہے کہ اس کو اس کی ذات اور صفات اور افعال اور مرتبہ الُوہیت میں واحد لاشریک یقین کرے اور اس کے حکموں پر چلے۔ اور مخلوق کا حق یہ ہے کہ مخلوق کے ساتھ احسان کرے اور حُسن سلوک سے پیش آئے جیسا کہ دوسرے موقع پر قرآن شریف میں فرمایا ان اللہ یأمر بالعدل و الاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون یعنی خدا تعالیٰ حُکم دیتا ہے تین باتوں کا۔ اور منع کرتا ہے تین باتوں سے حُکم تو اس بات کا دیتا ہے کہ انسان عدل اور انصاف کا معاملہ کرے اور اس سے بڑھکر احسان کرے اور اس سے بڑھ کر رشتہ داروں کی طرح طبعی ہمدردی کے جوش سے شفقت اور ہمدردی کا معاملہ کرے۔ اور منع اس بات سے کرتا ہے کہ انسان عدل کے خلاف بے انصافی کا معاملہ کرے جو فحشا ہے اور منکر یعنی ایسی بدی کا معاملہ کرے جو احسان کے خلاف اور بغی یعنی بغاوت کا معاملہ کرے جو ذاتی ہمدردی کے معاملہ کے خلاف ہے، اس آیت میں تین مدارج نیکیوں کے اور تین مدارج بدیوں کے بیان کیئے گئے ہیں جن پر عمل کرنے سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک طرف انسان خدا تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت اور تکمیل کر سکتا ہے۔ اور دوسری طرف مخلوق کے حقوق کی ؂

28

اسلام میں نجات ابدی چیز ہے

اس کے بعد نجات کے متعلق ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا مکتی اور نجات دائمی اور ابدی چیز ہے یا محدود اور منقطع ہو جانیوالی ہے؟ سو اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ اسلام اپنی تعلیم میں نجات کو ابدی چیز قرار دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں عطاء غیر مجذوذ اور اجر غیر ممنون کے الفاظ سے بتا دیا کہ مکتی اور نجات جس کے ساتھ نہ صرف نرک اور دوزخ سے ہی رہائی حاصل ہوگی بلکہ جنت اور اس کی نعماء بھی عطا کی جائینگی یہ نجات اور یہ بہشتی زندگی غیر محدود اور غیر منقطع زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور یہ سوال کہ انسانی اعمال محدود اور جزا غیر محدود کیسے ہو سکتی ہے۔ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ غیر محدود اور غیر منقطع زمانہ کے لحاظ سے جو جزا ہوگی وہ بطور انعام اور عطیہ کے ہوگی۔ نہ محض جزاء اعمال کے مقابل جیسے کہ لفظ عطاء سے ظاہر ہے۔

(۱)

حقیقت نعماء جنت

اور یہ سوال کہ کیا عورتوں کو بھی مکتی اور نجات اور بہشت کی جزاء ملے گی؟ تو اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مؤمن فلنحیینّہٗ حیوٰۃ طیبۃ جس کے یہ معنے ہیں کہ بہشتی زندگی جو ایمان اور اعمال کی شرط پر ملنے والی ہے وہ جیسے مردوں کو ملے گی ویسے ہی عورتوں کو بھی دی جائے گی۔

(۲)

اور یہ سوال کہ بہشت میں مَردوں کو تو حوریں ملیں گی عورتوں کو کیا ملیگا؟ تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ اسلام کی تعلیم ہر ایک انسان کو خواہ وہ مرد ہے خواہ عورت جنت کی نعماء کا وعدہ دیتی ہے اور بہشتی ہونے کے لحاظ سے مرد عورت دونو کو جنت اور جنت کی نعمتوں کا وارث ٹھیراتی ہے لیکن جیسے مرد کو حوریں جو گورے رنگ کی خوبصورت عورتیں ہونگی ملیں گی اس لئے کہ عورت مرد کا جوڑا ہے اسی طرح عورت کا جوڑا مرد ہے پس جس طرح مرد کے طبعی جذبات کا مقتضےٰ پورا کرنیکے لحاظ سے عورت نعمت ہے اسی طرح عورت کے لئے مرد نعمت۔ اور قرآن کریم کا یہ فرمانا کہ زوجنٰھم بحور عین کہ ہم بہشتی مَردوں کے نکاح میں گورے رنگ کی خوبصورت عورتیں دینگے۔ اس میں صاف بتا دیا ہے کہ بہشتی مَردوں کی منکوحہ عورتوں کو ہی حور عین فرمایا ہے۔ اور انہی کو دوسرے مقام میں ولھم ازواج مطھرۃ کے الفاظ میں پاک بیویاں قرار دیا ہے

پس جس طرح مردوں کو عورتیں ملیں گی۔ اسی طرح عورتوں کو مرد ملیں گے۔ جو اُن کے شوہر کہلائیں گے۔ یہ تو مقابل کا تعلق ہے مرد کے لئے عورت اور عورت کے لئے مرد۔ جیسے قرآن کریم میں اسی مناسبت کے لحاظ سے فرمایا الطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت یعنی جیسے پاک اور مرغوب خاطر عورتیں پاک مردوں کے لئے ہوں گی۔ ایسے ہی پاک اور طیّب مرد پاک عورتوں کے لئے ہوں گے یعنی میاں بیوی کے جوڑے سب کے سب پاک ہوں گے ؂

(۳)

اور یہ سوال کہ بہشت میں پانی۔ دودھ۔ شراب طہور اور شہد کی نہریں ہونگی۔ جس سے بہشت جسمانی اور دنیا کی ظاہری نعمتوں کا مقام سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر اس طرح کا مقام سمجھا جائے تو بہشت کیا ہُوا؟ ایک دُنیا کے مکان کا نقشہ ثابت ہُوا۔

اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ اگر دُنیا میں روح اور جسم دونو ملکر نیک اعمال بجالاتے ہیں اور دُنیا کی نعمتوں کے اثر تربیت اور فیضان پروری سے بھی جسم اور رُوح دونو مستفیض اور متمتع ہوتے ہیں تو اگر دار الجزاء کی جنّت میں دونو فائدہ اُٹھائیں تو اس میں کونسی غیر مناسب بات ہوگی۔ لیکن قرآن کریم کی سورہ محمدؐ میں جہاں بہشت اور نہروں کا ذکر کیا ہے وہاں فرمایا ہے مثل الجنۃ التی وعد المتقون یعنی جس جنّت کا متقی اور خدا کے نیک اور پاک بندوں کو وعدہ دیا جاتا ہے اس کا ذکر بطور مثال کے کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وُعِدَ میں مثل کو پیش کیا ہے نہ جنّت کو اور اگر جنّت سے مراد دنیوی جنّت ہوتی تو وُعِدَ کی جگہ وُعِدَت مؤنث کا صیغہ لایا جاتا ؂

(۴)

اور قرآن کریم کی سورہ سجدہ میں فرمایا گیا ہے کہ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین یعنی جنّت اور اس کی نعماء کا جو ذکر قرآن میں کیا گیا ہے تو اگرچہ اس کے لئے لفظاً جنّت اور نعماء ہی کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اپنی حقیقت کے لحاظ سے جنّت اپنی نعماء کے ساتھ وہ چیز ہے کہ جسے کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایسی چیز ہے جس کی حقیقت بالکل مخفی رکھی گئی ہے چنانچہ سیّدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے جنّت اور اس کی نعماء کی نسبت فرمایا مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علےٰ قلب بشر یعنی وہ ایسی چیز ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا اور نہ ہی اس کے متعلق کسی بشر کے دل میں کوئی خیال اس کی حقیقت کے مطابق سمجھنے کا پایا گیا ؂

Digitized by Khilafat Library Rabwah

29

(۵)

باقی رہا یہ سوال کہ پھر مصفّٰے پانی۔ اور دودھ اور شراب طہور اور شہد کی چار نہروں کا مطلب۔ تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ اگر مثل الجنۃ التی وعد المتقون کے فقرہ میں لفظ مثل الجنۃ کو ملحوظ رکھیں تو اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ نبی کریمؐ کے صحابہؓ کو وعدہ دیا گیا تھا کہ وہ ملک شام کے وارث ہونگے جو کتب مقدسہ میں مصفّٰے چشموں کی زمین ہے اور جس میں دُودھ اور شراب اور شہد بکثرت پایا جاتا ہے سو پیشگوئی کے مطابق صحابہؓ کو اور آنحضرت صلعم کے متبعین کو واقعی پیشگوئی کے مطابق یہ ملک ملا۔

دوسرے اگر ان انہار اربعہ کو علم تعبیر کے رُو سے سمجھیں تو جیسے کہ قرآن کریم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے یہ چاروں نہریں نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح کے چار گروہوں کے ایمانی مدارج کو بصورت تمثیل پیش کیا گیا ہے۔ صالح لوگوں کے ایمان کو مصفّٰے پانی کی نہر کی تمثیل میں پیش کیا ہے۔ اس لئے کہ آیت وجعلنا من الماء کل شیءٍ حیّ کے رُو سے پانی کو باعث حیات قرار دیا گیا ہے اور دوسری طرف حیات رُوحانی کا باعث ایمان اور اعمال صالحہ کو قرار دیا ہے جیسے سورۃ نحل میں فرمایا من عمل صالحا من ذکر او انثٰی وھو مؤمن فلنحیینّہم حیٰوۃ طیبۃ۔ تو جس طرح پانی باعث حیات ہے اسی طرح ایمان اور اعمال صالح باعث روحانی حیات ہیں پس پانی اور مصفّٰے پانی کی نہر صالح لوگوں کی حیات روحانیہ کی تمثیلی صورت ہے ؛

اسی طرح شہید لوگوں کا ایمان بوجہ شہودی مراتب کی ترقی کے اور عارفانہ بصیرت کے حاصل ہونے کے دُودھ کی نہر سے تعبیر کیا گیا اور جس طرح پانی اور دُودھ میں فرق ہے اور پانی کے مقابل دُودھ ترقی کے مقام پر ہے اسی طرح شہید لوگ شہودی ترقی کے ساتھ صالح لوگوں کے بالمقابل ایمان کے لحاظ سے روحانیت میں ترقی پر ہوتے ہیں ؛

اسی طرح صدیق لوگوں کا ایمان بوجہ اس مومنانہ۔۔۔ صدق کے جو عاشقانہ مستی کے ساتھ وفاداری کے اعلیٰ مقام پر ثابت ہوتا ہے اسے خمرۃ لذۃ للشاربین کے رُو سے شراب طہور سے تعبیر کیا گیا اور شراب طہور کی نہر کی تمثیل میں پیش کیا گیا۔ چونکہ شراب سے مستی اور محویت اور استغراق کی حالت پیدا ہوتی ہے اور ایک خاص مقصد کے خیال کے ما باقی سب خیالات دل سے محو ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت کی مستی جس سے صدیق لوگ شہودی مقام سے بڑھکر خدا تعالیٰ کے قُرب میں پہنچ جاتے ہیں اس لئے ان کی مومنانہ شان صدیقیت کو شراب طہور سے تعبیر کیا گیا ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور نبیوں کا ایمان جو اوحیٰ ربک الی النحل کی مثال میں خدا کی وحی کے پیچھے شہد کی نہر سے تعبیر کیا گیا۔ اور جس طرح شہد کی نسبت قرآن مجید میں شفاء للناس کا فائدہ بیان کیا گیا۔ اس لئے کہ شہد کی مکھی نے اوحیٰ ربک الی النحل کے حکم کے ماتحت شہد کو وحی کے ماتحت طیار کیا۔ اسی طرح قرآن کریم جو وحی سے طیار شدہ الہامی کتاب ہے اس کی نسبت فرمایا و ننزل من القراٰن ما ھو شفاء و رحمة للمؤمنین یعنی قرآن کریم ان لوگوں کے لئے جو مومنانہ طریق پر اپنی روحانی بیماریوں کے لئے شفاء اور رحمت چاہتے ہیں لاریب شفاء اور رحمت ہے ؛

پس بہشت کی چاروں نہریں چار قسم کے منعم مومنوں کی ایمانی حالت کا تمثیلی بیان اور تمثیلی صورت میں پیش کردہ ذکر ہے ؛

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

فرعون مصر ریمیسیز ثانی

ریمیسیز ثانی جو ۱۲۹۸ء سے ۱۳۲۲ء قبل مسیح دونوں ممالک مصر کا بادشاہ تھا اور جسے شاہان مصر کی شان و شوکت کا مجسمہ کہا جا سکتا ہے اس نے کہ بیشرو تھوٹوس ثالث نے نوبیا نیٹ اور مغربی ایشیا میں کئی ایک حملے کر کے خزانہ میں کافی دولت جمع کر دی تھی۔ ریمیسیز نے انطوبیا سینا اور شام یوڈان کریٹ اور تورس کی سونے کی کانوں سے تمام سونا سمیٹ کر خزانے میں جمع کر دیا۔ یہ فرعون مصر تمام دنیا کے بادشاہوں کا ساہوکار تھا اور ہیرڈوٹس کا اندازہ ہے کہ اسکے جواہرات ہیروں۔ زمردوں اور سونے کا وزن پچاس کروڑ پونڈ کے قریب ہوگا اور پچاس کروڑ میں ضرب دینے کے بعد ہم اس زمانے کی قیمتوں کو موجودہ حالات کے مطابق لا سکتے ہیں۔ گویا اسکی قیمت دس ارب پونڈ لگائی جا سکتی ہے۔ اس زمانے میں ایک موٹا بیل ۱/۲ اونس چاندی میں خرید ا جا سکتا تھا۔

ہندوستان کی پہلی مطبوعہ کتاب

لندن (بذریعہ ڈاک) ہندوستان میں سب سے پہلے مطبوعہ کتاب مسو تھی بائی کے مقام پر ۳۴۰ پونڈ میں فروخت کی گئی۔ یہ کتاب طب سے متعلق ہے اور اس کا مصنف گیریاڈا اورٹا ایک ولندیزی حکیم تھا۔ اور یہ پندرھویں صدی میں ہندوستان آیا تھا اور تیس سال تک مشرقی طب کے حصول کے لئے یہاں رہا۔ یہ کتاب ۱۵۶۳ء میں لکھی گئی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ۱۵۰۹ء میں ہندوستان کی تبلیغی انجمنوں نے چھاپہ خانہ یہاں قائم کیا اور معلوم ہوتا ہے کہ گو اس زمانہ میں ایک مطبع تھا۔ لیکن اس میں چھپی ہوئی کوئی کتاب نہیں مل سکتی ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن مجید کی آیات و سُوَر کے باہمی ربط و نظم پر نظر

(سلسلہ گذشتہ سے پیوستہ)

(نمبر۱۴)

باب چہارم - اجوبۂ شبہات

قوانین ترقی بیان فرمانے کے بعد اب اُن شبہات کے جواب دیئے جاتے ہیں جو اس تعلیم پر بطور معارضہ پیش کیئے جا سکتے ہیں ؛

جواب شبہ اوّل

قل لو کان معہ اٰلھۃ کما یقولون اذاً لابتغوا الیٰ ذی العرش سبیلاً (۴۲) سبحانہ وتعالیٰ عما یقولون علواً کبیرًا (۴۳) تسبح لہ السمٰوات السبع والارض و من فیھن ط وان من شیئٍ الا یسبح بحمدہ ولٰکن لا تفقھون تسبیحھم ط انہ کان حلیماً غفورًا (۴۴)

کہدے اگر اس کے ساتھ اور معبود ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو ضرور وہ مالک عرش کی طرف راستہ ڈھونڈ نکالتے ان باتوں سے جو یہ لوگ (خدا کی نسبت) کہتے ہیں وہ پاک اور برتر ہے - ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان کے اندر ہیں اس کی تسبیح کر رہی ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تعریف سے تسبیح میں مشغول نہ ہو - لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے - بیشک وہ بڑا ہی بُرد بار اور مغفرت فرما ہے۔

مخالفین کی طرف سے پہلا شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ قوانین مذکورہ کا واجب التعمیل ہونا اسوقت ضروری ہے جبکہ تمام کائنات کا سلسلہ ایک ہی معبود کے ماتحت ہو - لیکن جب یہ فرض کیا جائے کہ کائنات کے مختلف مالک ہیں - تو پھر تمہارے ایک معبود کے احکام کی تعمیل ضروری نہیں - اس شبہ کا جواب تین طریقوں سے دیا جاتا ہے :-

جواب اوّل - شہادت عقل - قل لو کان معہ اٰلھۃ الآیۃ یعنی یہ شبہ ایک وہم ہے جو خلاف عقل ہے کیونکہ تقاضائے عقل ہے کہ اگر دوسرے آلھہ خدا کی خدائی میں شریک ہوتے تو ضرور وہ اپنی تدابیر سیاسیہ سے ہمارے تخت سلطنت کو اُلٹا دیتے -

جواب دوم - شہادت فطرت - سبحانہ وتعالیٰ عما یقولون علواً کبیراً - یعنی یہ اعتقاد مخالف فطرت اور معارض شہادت ضمیر ہے - کیونکہ فطرت انسانی شاہد ہے کہ ایسے شنیع الزام سے خداوند قدوس کی ذات پاک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

برتر ہے۔ سبحانہ کا کلمہ وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں کوئی امر ایسا بدیہی البطلان ہو جس کے باطل اور شنیع ہونے کی شہادت ہر شخص کا ضمیر دے رہا ہو۔ صحیح الفطرۃ طبائع کا ضمیر تو ہر وقت اس کی تصدیق کرتا نظر آتا ہے۔ مگر فاسد الفطرت طبائع جنہوں نے ہوا و ہوس شیطانی کی ظلمانیت اور آباؤ اجداد کی اندھا دُھند تقلید کے باعث ورطۂ شرک و ضلالت میں پھنس کر اپنے نورِ فطرت کو بجھا یا یا دھیما کر دیا ہے۔ ان کا ضمیر اگرچہ عموماً اس شہادت کے ادا کرنے کی جرأت تو نہیں کر سکتا۔ مگر ہاں جب مصائب زمانہ کی تھپیڑیں ان کے پردہ ہائے ظلمات شرکیہ کو چاک کر دیتی ہیں تو اس وقت اُن سے بھی بے تحاشہ اس شہادت فطری کی پکار اُٹھتی ہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر اس کا ذکر یوں ہے:۔

هو الذی یسیرکم فی البرّ و البحر حتّٰی اذا کنتم فی الفلك وجرین بهم بریح طیبة وفرحوا بها جاءتها ریح عاصف وجاءهم الموج من کل مکان وظنوا انهم احیط بهم دعوا الله مخلصین له الدین لئن انجیتنا من هٰذہ لنکونن من الشاکرین

وہی خدا ہے جو تم کو خشکی اور تری میں سیر کراتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ خوشگوار ہوا کی مدد سے چل رہی ہوتی ہیں اور اس کی وجہ سے سوار خوش ہو رہے ہوتے ہیں (کہ اچانک) ان کشتیوں پر تیز ہوا چل پڑتی ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں چڑھ آتی ہیں اور انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب تباہی نے انہیں آگھیرا۔ تب اسوقت اللہ کو اخلاص سے پکارتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس سے نجات بخشے تو ہم ضرور شکر گذاروں میں سے ہونگے؛

جواب سوم۔ دلیل آفاقی یا شہادت واقعات۔ تسبح له السمٰوات السبع والارض ومن فیهن یعنی یہ عقیدہ مخالف عقل و فطرت ہونے کے علاوہ خلاف واقعات بھی ہے۔ کیونکہ واقعات یہ شہادت دے رہے ہیں کہ تمام عالم کا نظام ایک ہی ہستی کے ماتحت ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے ذرہ سے لیکر بڑے سے بڑے کرہ تک نظر دوڑاؤ۔ سب اسی کے قوانین کی فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں۔ تمام روحانی اور مادی ہستیاں (ومن فیهن) اور ان کے مرکز (السمٰوات السبع والارض) سیاست الٰہیہ کے ماتحت مجبور و مقہور ہیں۔ اور ہر ایک چیز اسکے نظام اصلح کی شاہد اور اس کے دین قیم کی ایسی پابند ہو رہی ہے۔ جس کی کنہ تک تمہاری عقلوں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ وان من شیئٍ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقهون تسبیحهم۔ اور دوسری جگہ فرمایا۔ افغیر دین الله یبغون وله اسلم من فی السمٰوات والارض طوعًا وکرهًا والیه یرجعون (آل عمران ۸۳ع)

ترجمہ۔ کیا اللہ کے دین کے سوا انہیں کچھ اور مطلوب ہے۔ حالانکہ آسمان اور زمین کی ہستیاں اسی کی فرمانبردار ہیں اور اس کی طرف انہیں کا رجوع ہے؛

جواب شبہ دوم

واذا قرأت القرآن جعلنا بینك وبین الذین لا یؤمنون بالاٰخرة حجابًا مستورًا (آیت ۴۵) الیٰ قوله....

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فلا یستطیعون سبیلا (آیت) مخالفین کی طرف سے دوسرا اعتراض قرآن مجید کی حقانیت پر یہ ہو سکتا ہے کہ اگر یہ کتاب حق و صداقت سے مملو، صحیح روشنی دینے والی اور جاذب قلوب ہے۔ تو اس کا اثر ہم پر کیوں نہیں ہوتا تاکہ اس کی تاثیر سے ہم بھی اس کی حقانیت کا اعتراف کریں۔ اس شبہ کے تین جواب دیئے گئے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مؤثر تو بیشک اعلیٰ ہے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ عرب ایسی وحشی اور مردہ قوم کو اس نے زندہ کر کے اسے تہذیب و تعلیم کے معراج کمال تک پہنچا دیا۔ جس کی تعلیم و تہذیب کی سطوت کے آگے تمام قوموں کی گردنیں جھک گئیں۔ اور جس نے متقین کی جماعتیں تیار کر کے مشرق و مغرب کی زمام حکومت و خلافت ان کے قبضہ میں دیدی۔ مگر ان معترضین پر اثر اس لئے نہیں ہوتا کہ ان میں موانع تاثیر موجود ہیں۔ اس لئے جبتک وہ موانع دُور نہ ہوں تب تک اس کا اثر کارگر نہیں ہوتا۔ اور وہ موانع تین ہیں:۔

(الف) آخرت پر ایمان نہ لانا (ب) قرآن کی طرف توجہ نہ کرنا (ج) فاسد غرض سے قرآن کا سُننا۔

یہ ہیں اجمالی جواب تفصیلی جواب آئندہ ملاحظہ ہوں:۔

31

تفصیل اجوبہ

جواب اوّل۔ جعلنا بینک و بین الذین لایؤمنون بالاٰخرۃ الآیۃ قرآن مجید کی تاثیر ان لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتی جو ایمان بالآخرۃ نہیں رکھتے۔ کیونکہ قرآن مجید سے استفادہ کے لئے ایمان بالآخرۃ شرط[1] ہے۔ اور چونکہ یہ لوگ شرط استفادہ نہیں رکھتے اس لئے قرآن حکیم کی روشنی سے منور نہیں ہوتے۔ کتاب الٰہی سے استفادہ کے لئے ایمان بالآخرۃ ایسے ہی شرط ہے۔ جیسے کالج کی تعلیم کے لئے سکول کی تعلیم شرط ہے۔ کیونکہ فرقان حمید جس مقصد کو مدِنظر رکھکر تعلیم دیتا ہے جبتک اس مقصد کو پیش نظر نہ رکھا جائے۔ اس کی تعلیم کی چاشنی کا مزہ نہیں لیا جا سکتا فرض کرو ایک شخص مسئلہ آزادی پر زبردست لیکچر دے رہا ہے اور اس کے فوائد و برکات کا اعلیٰ فلسفہ بیان کر رہا ہے مگر جو شخص محکومی ہی کو اپنی زندگی کا مطمح اور غلامی ہی کو اپنی حیات کا نصب العین قرار دیتا ہے تو اسے ایسے مضامین کی لذت کب آئیگی۔ بلکہ مسئلہ آزادی کے دلائل و بینات اُلٹے اس کے حق میں شبہات و وساوس کا حجاب

[1] کیونکہ قرآن حکیم کا مقصد اخلاق فاضلہ کی تعلیم ہے۔ اور ان اخلاق کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جبتک اعمال کی جزا و سزا پر پورا یقین نہ ہو۔ محاسبہ اعمال سے غافل شخص اخلاقی معیار پر کبھی بھی پورا نہیں اُتر سکتا اس مضمون کی طرف قرآن حکیم نے ایک جگہ یوں توجہ دلائی ہے۔ ارأیت الذی یکذب بالدین فذٰلک الذی یدع الیتیم ولا یحض علٰی طعام المسکین (ترجمہ) کیا تو نے اس شخص کے حال پر غور کی جو سلسلہ جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے۔ سو وا سکے نتیجہ کو دیکھ کہ وہ یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیا ہے اور اس خوشنودی کے بالمقابل انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب اور دیدار اور اس کے لقاء اور وصال کو انتہائی اور آخری نقطہ انعامات کا پیش کیا ہے۔ پس ان معنوں میں اسلامی تعلیم کے رُو سے صرف نجات کا حصول انسانی زندگی کے مقاصد سے ادنیٰ مقصد ہے نہ اعلیٰ اور ابتدائی ہے نہ انتہائی۔ چنانچہ واقعات کی روشنی میں یہ امر قابل تسلیم ہے۔ کہ عدالت کے کمرہ میں اگر دو شخص داخل ہوں اور ایک کو صرف الزامات سے بری قرار دیا جائے اور وہ باہر آکر یہ کہے کہ نہ مجھے سزا معین دی گئی اور نہ ہی مجھے عدالت میں جُوتے رسید کیے گئے اور نہ ہی میری بے عزتی کی گئی۔ اور دوسرے کے ساتھ حاکم کی طرف سے یہ سلوک ہو کہ اسے عزت کی کُرسی پر بٹھایا گیا ہو اور انواع اقسام کی نعمتیں اور کھانے اور پھل ایک معززانہ شان کی پُر رفعت و عزت دعوت کے چُنے ہوئے دستر خوان پر اسکے سامنے رکھے گئے ہوں۔ تو کیا وہ پہلا شخص جو صرف سزا سے نجات اور مکتی پانے والا ہے صرف مقصد نجات کے حصول سے اس دوسرے کی اعلیٰ کامیابی اور اعلیٰ مقصد کے مقابل کسی فخر کا مستحق یا کسی برابری کا مُدّعی ہو سکتا ہے؟ پس جب ظاہر ہے کہ مکتی اور نجات والا جو پہلا شخص ہے اور فلاح اور کامیابی والا جو دوسرا ہے دونوں اپنی جُداگانہ حالات کے لحاظ سے برابر نہیں بلکہ نجات والا فلاح والے کے بالمقابل بہت ہی ادنیٰ ہے جیسے مرتبۂ نجات فلاح کے بالمقابل کمتر ہے تو اس صورت میں انسانی زندگی کا مقصد صرف نجات قرار دینا انسانی فطرت کو اس کے اعلیٰ مقصد اور بلند تر نصب العین سے نیچے گرانا اور اس کی ہتک کرنا ہے۔

حصول نجات کے ذرائع

ہاں یہ سوال کہ حصول نجات کے کیا ذرائع ہیں؟ اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ قرآن کریم جو مذہب اسلام کی الہامی اور کامل کتاب ہے۔ اس کے شروع میں ہی سورہ فاتحہ میں بنیادی اصول کے طریق پر نجات اور اس سے بڑھ کر فلاح کی نسبت حسب ذیل ارشاد پیش کیا ہے یعنی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ انسانی فطرت کو اس بات کی پیاس لگا دی گئی ہے کہ وہ ایسے صراط مستقیم کی جستجو میں بے تاب نظر آتی ہے جو اسکی زندگی کے لئے بطور دستور العمل اور اسکی اعتقادی اور عملی زندگی کے لائحہ عمل کے لحاظ سے شاہ راہ ہو جس پر چلنے سے ایک طرف انسان اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات جو اس کی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے لحاظ سے شیریں ثمرات ہیں حاصل کرے۔ اور دوسری طرف صراط مستقیم کے خلاف ضلالت اور گمراہی کا طریق جو دوسرے لفظوں میں گناہوں اور پاپوں کے اختیار کرنیکا راستہ ہے اس کے اختیار کرنے سے غضب الٰہی کا مورد نہ بنے جو نرگ۔ اور دوزخ کی سزا کے معنوں میں ہے بلکہ اس سے نجات حاصل کرے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مستور بن جاوینگے۔ وہ سمجھیگا کہ آزادی کے بعد ہماری زندگی کا محافظ کون ہوگا۔ کیونکہ وہ تو اپنی جانوں کا محافظ ظل حکومت کو سمجھتا ہے۔ پس ایسا ہی جو شخص اپنی حیات کا مقصد فقط ترقی دنیا کو قرار دیتا ہے۔ جسکے ذہن و دماغ کی دَوڑ ایک محدود دائرہ میں ہے۔ تو وہ ایسی تعلیم کو کب قبول کر سکتا ہے جس کا موضوع اور نصب العین اس محدود دائرۂ دُنیا سے وسیع ہو۔ بالخصوص اس تعلیم کے نتائج اور ثمرات کے ارتقائی منازل کا نظر بھی اونچا اور دُور ہو۔ بلکہ جب وہ ایسے مضامین سُنیگا تو شبہات و وساوس کے پردے اس کی آنکھوں کے سامنے حائل ہو جائینگے۔ جن کی وجہ سے وہ ایسی روشن تعلیم کی روشنی کو نہ دیکھ سکیگا۔ اور اس کی آنکھیں روشنی میں چُندھیا جائینگی اور اس کے دل پر پردے پڑ جائینگے۔ جس سے وہ اس کی روشن حقیقت کو سمجھ نہ سکیگا۔ اور اس کے کانوں میں بوجھ پڑ جائینگے جن کی وجہ سے وہ ایسے زبردست مضامین کے سُننے کی تاب نہیں لا سکیگا۔ وجعلنا علٰی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اٰذانھم وقرًا۔

جواب دوم۲۔ اور استفادہ کتاب الٰہی کے لئے دوسری شرط۔

واذا ذکرت ربك فی القراٰن	اور جب تُو قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتا
وحدہ ولّوا علٰی ادبارھم	ہے۔ تو (یہ لوگ) نفرت سے اپنی پیٹھیں
نفورًا (آیت ۴۶)	پھیرتے ہوئے چل دیتے ہیں۔

کتاب اللہ کی تاثیر حاصل کرنے اور اس سے استفادہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی طرف پورے طور پر توجہ ہو کیونکہ تعلیم خواہ کیسی ہی اعلیٰ ہو اور مضامین خواہ کتنے ہی عمدہ ہوں لیکن جب سُننے ہی نہ جائیں یا بے توجہی سے سُن لئے جائیں تو ان کے حقائق و حِکَم کی روشنی سے کب منوّر ہو سکتے اور ان کے فضائل و فوائد سے کیسے مستفید ہو سکتے ہیں۔ پس چونکہ ان کفار معاندین کی فطرت ایسی خاسد ہو چکی ہے کہ توحید ایسی فطری تعلیم سے بھی ان کو اس قدر منافرت ہے کہ اس کے سُننے کی بھی تاب نہیں لا سکتے۔ پس اس منافرت کی وجہ سے وہ قرآن مجید کو دل میں قرار ہی نہیں دیتے۔ لہٰذا اگر اس کے ثمرات سے بے بہرہ ہوں تو یہ قرآن کا قصور نہیں۔ جو معدہ کہ دوائی کو اپنے اندر ٹھیرنے ہی نہ دے وہ اگر شفایاب نہ ہو سکے تو دوائی کا قصور نہیں۔

جواب سوم۳۔ اور تیسری شرط استفادہ۔

نحن اعلم بما یستمعون بہٖ اذ یستمعون الیك	جس نیت سے یہ لوگ کان لگا کر سُنتے ہیں ہم اسے بخوبی جانتے
واذ ھم نجوٰی اذ یقول الظالمون ان تتبعون	ہیں اور اس کو بھی جب یہ خفیہ مشورے کرتے ہیں جبکہ ظالم لوگ
الا رجلًا مسحورًا (آیت ۴۷) انظر کیف	کہتے ہیں کہ تم ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے
ضربوا لك الامثال فضلّوا فلا	دیکھ کس طرح تیرے لئے مثالیں مارتے ہیں پس یہ گمراہ ہو گئے اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

32

یستطیعون سبیلاً (آیت ۴۸) کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔

موانع تاثیر کتاب الٰہی میں سے تیسرا مانع یہ ہے کہ معاندین اوّل تو قرآن مجید کو سُنتے ہی نہیں۔ لیکن اگر کہیں سُنتے بھی ہیں تو اصلاح کی غرض سے نہیں بلکہ استہزاء کی نیّت سے سُنتے ہیں۔ جس پر ان کا یہ مقولہ شاہد ہے۔ ان تتبعون الا رجلاً مسحوراً۔ اور دوسرے موقعہ پر تو کفار کے اس اقرار کی صاف تصریح ہے۔ انما نحن مستھزؤن (بقرہ) پس جو شخص دل میں یہ ٹھان لے کہ تعلیم خواہ کیسی ہی اعلیٰ ہو اور دلائل سے اس کی صحت خواہ کیسی ہی ثابت ہو جائے مگر میں اس کو ہرگز نہ مانونگا۔ اور تعصب کی پٹی آنکھوں پر ایسی چڑھا لے کہ اس تعلیم کی حقانیّت اور اس کے معلّم کی صداقت کا یقین اسے خواہ کتنا ہی ہو جائے۔ لیکن اس کا اقرار کبھی نہ کرے۔ تو کیا وہ اس تعلیم سے استفادہ کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ استفادہ کے لئے یہ شرط ہے کہ خالی الذہن ہو کر اور اپنے پُرانے خیالات سے یکسُو رہ کر اس تعلیم اور اس کے مضامین کی طرف صدق دل سے غور کرے۔ اور اس کے سُننے اور مطالعہ کرنے سے پہلے ذہن میں یہ اعتقاد جما لے کہ اگر اس کے مضامین صحیح نکلے اور میرے ضمیر و کانشنس نے ان کی صداقت کی گواہی دی تو فوراً ماننے کے لئے تیار ہونگا۔ خواہ میرے معتقدات اوّلیہ کے برخلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ تب وہ ان کی چاشنی کا مزہ لے سکتا ہے۔ اور ان کے فوائد و برکات سے متمتع ہو سکتا ہے۔ پس یہ مخالفین چونکہ ان شرائط استفادہ کو پورا نہیں کرتے اور تاثیر کتاب الٰہی کے قواعد کی پابندی نہیں کرتے ہیں اس لئے نہ یہ کبھی ترقی پا سکتے ہیں اور نہ انہیں صحیح قوانین ترقی سے استفادہ کی توفیق مل سکتی ہے۔ پس وہ بوجہ صحیح تعلیم چھوڑنے کے راہ ترقی سے ہٹ گئے۔ فضلوا۔ اور چونکہ وہ ان قوانین ترقی پر چلنا نہیں چاہتے۔ اس لئے آئندہ بھی راہ ترقی کو کبھی نہیں پا سکیں گے فلا یستطیعون سبیلاً۔ جبتک کہ ان فطری قوانین کی پابندی نہ کرینگے جن کا انہیں ماسبق میں سبق دیا گیا ہے اور وہ بھی ان شرائط سے جن کا تذکرہ پہلے گذر چکا ؛

جواب شبہ سوّم

وقالوا ءاذا کنا عظاماً و رفاتاً ءانا لمبعوثون خلقاً جدیداً (۴۹) قل کونوا حجارۃً او حدیداً (۵۰) او خلقاً مما یکبر فی صدورکم فسیقولون من یعیدنا الآیۃ

اور کہتے ہیں کیا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائینگے تو کیا ہم نئی پیدائش میں اُٹھائے جائینگے۔ کہدے خواہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا۔ یا ایسی مخلوق جو تمہارے دلوں میں بڑی (سخت) معلوم ہوتی ہے۔ (تب بھی تم زندہ کیئے جاؤ گے) پھر کہیں گے ہمیں کون لوٹائیگا۔ کہہ وہی ذات جس نے تمھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا ؛

مخالفین کی طرف سے تیسرا شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کی تعلیم کے بعض مسائل بعید از عقل ہیں مثلاً مسئلہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بعث بعد الموت۔ کیا کوئی وجہ اس کی معقولیت کی بن سکتی ہے؟ اس کا جواب یوں دیا گیا قل کونوا حجارۃً او حدیداً الآیۃ یعنی اگر تم ایسی چیز بھی بن جاؤ جو بظاہر زندگی قبول کر ہی نہیں سکتی جیسے پتھر یا لوہا یا اس سے بھی کوئی زیادہ سخت اور ٹھوس چیز جو تمہارے خیال میں آسکتی ہو تب بھی موت کے بعد تم زندہ کیئے جاؤ گے۔ خلاصہ جواب یہ کہ یہ مسئلہ کوئی بعید از عقل نہیں کیونکہ مرنے کے بعد جب تمہاری ہڈیاں گل سڑ کر مٹی ہوجائینگی تو کیا تم پھر اس مٹی سے پیدا نہیں ہو سکتے؟ جبکہ تم پہلے بھی مٹی سے پیدا ہو چکے ہو واللہ خلقکم من تراب۔ بلکہ عقل تو اس سے بھی بڑھکر یہ ماننے کے لئے تیار ہے۔ کہ اگر تم مٹی سے بڑھکر ایسی سخت چیز بن جاؤ جن میں حیات قبول کرنے کا مادہ بظاہر نظر نہیں آتا جیسے لوہا۔ پتھر وغیرہ تب بھی تم زندگی پا سکتے ہو کیونکہ اگر تم غور کرو تو ان چیزوں میں بھی تاثر حیات کا مادہ موجود ہے ؛

ماہر علم الطبیعیات پر مخفی نہیں کہ پتھر اور لوہے کا مادہ بھی وہی مٹی ہے جس نے پک کھا کر ایک دوسری صورت اختیار کرلی ہے۔ اور اس میں بھی حیات قبول کرنے کا ویسا ہی مادہ ہے جیسا مٹی میں۔ کیا جب اس میں الکٹرسٹی (بجلی) سرایت کر سکتی ہے تو وہ رُوحانی برق جسے رُوح یا جوہر حیات کہیئے۔ قدرت کی اس مشین کے ذریعہ جسے اصطلاح شریعت میں نفخ صور سے تعبیر کیا جاتا ہے اس میں نفوذ نہیں کر سکتی ؟

تحقیقات جدیدہ نے تو یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ انسانی جسم جو حیات حیوانی کا اعلیٰ معدن ہے۔ اس کے ان اجزاء ترکیبی میں سے جو رُوح کی الکٹرسٹی پیدا کرنے کا کام دے رہے ہیں۔ بعض اجزاء لوہے[۱] اور پتھر کے بھی ہیں ؛

اور ماہر علم الحیات پر مخفی نہیں کہ خداوند عالم کا قانون قدرت عالم میں یوں جاری ہے کہ عالم جمادات کے مواد لطیفہ جب پوری نشوونما اور پک پا لیتے ہیں تو وہ ترقی کر کے صنف نباتات میں داخل ہو جاتے ہیں اور ان میں رُوح نباتی پیدا ہو جاتی ہے (خود رَو پودوں پر غور کرو) پھر جب وہ اجزائے نباتی غذائے حیوانات بن کر معدۂ حیوانی کی مشین میں پہنچ جاتے ہیں تو وہ مشین ان کے اجزائے کیمیاوی کی تجزی و تحلیل کر کے حیوانی مادہ کے اشکالات میں بتدریج ڈھالنا شروع کر دیتی ہے جیسے گوشت پوست استخوان وغیرہ کے۔ پھر ان مواد حیوانی کے اجزائے لطیفہ سے ایک فاسفورس پیدا ہوتی ہے جسے رُوح یا نسمہ کہتے ہیں۔ اسی مضمون کی طرف قرآن حکیم یُوں توجہ دلاتا ہے۔ واللہ انبتکم من الارض نباتاً۔ (نوح) اللہ نے تمہیں زمین سے اُگایا ہے۔ پس جب اس رُوح کے پیدا ہونے کا ابتدائی مادہ بھی وہی مٹی ہے۔ تو انسان کے مرنے کے بعد اسکے اجزاء بحالیکہ جو مٹی کی صورت اختیار کر لیتے

[۱] ماہران کمسٹری کی تحقیقات کے بموجب انسان کے جسم میں لوہا اس قدر ہوتا ہے کہ اس سے ایک انچ لمبی کیل تیار ہو سکتی ہے۔ اور پتھر (چونا) اس قدر کہ مرغیوں کی ایک اچھی خاصی ڈھابلی کی ایک باشی کو کافی ہو گا۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں جب ان کو قدرت کی مشین کے ذریعہ نفخ دیا جائے تو کیا پھر بھی ان میں حیات نہیں آسکتی۔ اسی مضمون کو فرقان حمید متعدد جگہ شواہد قدرت سے مدلل کرکے بیان فرماتا ہے۔

33

انہ علٰے رجعہ لقادر یوم تبلی السرائر فما لہ من قوۃ ولا ناصر والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انہ لقول فصل وما ھو بالھزل (الطارق)

بیشک وہ انسان کے لوٹانے پر قادر ہے جس دن راز ظاہر ہوجائینگے تب اس کے لئے نہ کوئی قوّت ہوگی اور نہ کوئی مددگار۔ بارش برسانے والا آسمان اور نباتات اُگانے والی زمین دونوں گواہ ہیں یقیناً یہ فیصلہ کی بات ہے اور بیہودہ کلام نہیں ؛

یعنی انسان کا دوبارہ پیدا ہونا بالکل مطابق فطرت ہے جس کی واقعات شہادت دے رہے ہیں۔ آسمان بارش برسانے والا اور زمین نباتات اُگانے والی یہ دونو مسئلہ بعثت کی صداقت پر شاہد ہیں۔ دیکھو جب کبھی بارش ہو اور زمین میں بیج بویا جائے تو نباتات کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ اسی طرح جن قوٰے کی وجہ سے انسان پہلے پیدا ہُوا اگر دوبارہ ان کو متوجہ کردیا جائے تو انسان پیدا ہو سکتا ہے۔ ایک اور موقعہ پر فرمایا:۔

واللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحابًا فسقناہ الٰی بلد میت فاحیینا بہ الارض بعد موتھا کذٰلک النشور (فاطر:۹)

اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پس وہ بادل کو اُٹھاتی ہیں پھر ہم اسے ایک مُردہ شہر کی طرف چلاتے ہیں۔ پھر اسکے ذریعہ مُردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں اسی طرح (آخرت میں) جی اُٹھنا ہے۔

پس چونکہ مسئلہ بعثت بالکل ظاہر موافق عقل[1] اور مبین بشہادت واقعات تھا اس لئے اس کی دلیل کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی بلکہ اسے صحیح طبائع کی فطرت سلیمہ کے حوالہ کیا گیا البتہ اس کی وضاحت ثابت کرنے کے لئے اس سے ایک بڑی چیز کا تذکرہ فرمایا قل کونوا حجارۃ او حدیدًا الآیۃ یعنی جب عقل اس سے بڑی چیز کے ماننے کیلئے تیار ہے تو ادنیٰ امر میں تو کوئی شُبہ ہی نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن اس مسئلہ کی دلیل فطری کو بھی بالکل نظرانداز نہیں کیا گیا بلکہ اسی سورۃ کے رکوع ۱۱ میں جب مصلحۃً اس دعوٰی کا اعادہ کرنا پڑا تو وہاں اس فطری دلیل کو

[1] آجکل مسئلہ حیات بعد الموت پر فلاسفروں کی توجہ مبذول ہو رہی ہے۔ چنانچہ جمہور مشاہیر حکماء سوائے چند کے بقاء رُوح کے عقیدہ کی تائید میں ہیں جن میں سے یوروپ کے ایک بڑے سائنسدان سر آلولاج ہیں جنہوں نے اس مسئلہ پر ایک سلسلہ لیکچروں کا شروع کیا ہُوا ہے۔ انہوں نے ایک لیکچر میں کہا کہ سائنٹفک اصولوں کی رُو سے ثابت ہے کہ "طبعی اور عنصری جسم کے ساتھ ہی انسان کا خاتمہ نہیں ہوجاتا بلکہ اس کے بعد ایک زندگی ہے"۔ اس سے بڑھکر ان کا دعوٰی ہے کہ یہ مسئلہ جلدی ہی ایسا بدیہی ہوجائیگا کہ بچوں کو بطور کورس تعلیم کے پڑھایا جائیگا۔ جیسے وہ آج زمین کی گردش اور اس کی حرکت کا یقین رکھتے ہیں اسی طرح حیات بعد الموت کے مسئلہ کو بھی تسلیم کرینگے۔" اور ڈاکٹر براؤن جو آجکل آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں انہوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ انگریز سائنسدان جو موت کے بعد رُوح کے بقاء کے قائل نہیں وہ اب جلد ہی مٹ جانے والا طبقہ ہے۔ ۱۲ مؤلف۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی ساتھ ہی پیش فرمایا ملاحظہ ہو آیت ۹۹ چنانچہ وہاں اپنی قدرت تامہ سے استدلال فرما کر اس طرف توجہ دلائی کہ جس ذات نے بڑے بڑے اجرام سماوی و ارضی کو ابتدا میں پیدا کیا اور اب بھی پیدا[1] کر رہا ہے۔ تو کیا عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ وہ انسان کے چھوٹے سے جسم کو باوجودیکہ اس کا مادہ بھی موجود رہے پھر پیدا کر سکے ؟

طریقۂ تبلیغ

سلسلہ مضامین سابقہ پر نظر ڈالیئے۔ قوانین ترقی بیان کر دینے کے بعد معاندانہ اعتراضوں کے جواب دیئے جا رہے ہیں۔ ابھی چند ایک شبہات کا سلسلہ باقی ہے۔ جن کے جواب آئندہ مذکور ہوتے ہیں لیکن قبل ان کے ایک ضروری امر کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے اور وہ یہ کہ قرآن مجید پر چونکہ مخالفین کی طرف سے شبہات و اعتراضات کی بھرمار ہو رہی ہے۔ خوف تھا کہ مبادا کہیں مبلّغ قرآن بمقتضائے بشریت ان کے اس رویّہ سے تنگ آ کر مخالفین سے سختی اور درشتی کا طریقہ برتنے لگ جائے جس کی وجہ سے قرآن حکیم کی اشاعت اور اس کی فطری تعلیم کی قبولیّت میں دِقّت واقع ہو۔ لہٰذا مبلّغ کی اصلاح حال اور اس کے طریقہ تبلیغ کی طرف توجّہ کی جاتی ہے +

وقل لعبادی یقولوا الّتی ھی احسن	اور میرے بندوں کو کہہ دیجئے کہ وہ بات کہیں جو اچھی ہو۔
ان الشیطان ینزغ بینھم انّ الشیطان	کیونکہ شیطان ان کے درمیان فساد ڈلواتا ہے بیشک
کان للانسان عدوًّا مبینًا (۵۳)	شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ تمہارا رب تمہیں خوب
ربّکم اعلم بکم ان یشاء یرحمکم	جانتا ہے اگر وہ چاہے تم پر رحم کرے اور اگر چاہے تمہیں عذاب
او ان یشاء یعذبکم وما ارسلناك	دے اور ہم نے تجھے ان کا ذمّہ وار بنا کر نہیں بھیجا۔ اور
علیھم وکیلًا (۵۴) وربك اعلم	تیرا رب انہیں خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین
بمن فی السمٰوات والارض ط ولقد	میں ہیں۔ اور البتہ ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر
فضلنا بعض النبیین علٰی بعض واٰتینا	فضیلت دی ہے۔ اور داؤد کو ہم نے
داؤد زبورًا (۵۵)	زبور دی +

مبلّغ کے فرائض میں سے ایک یہ بھی فرض ہے کہ اشاعت و تبلیغ میں حسن اخلاق اور ملاطفت کلام سے کام لے اور سمجھانے میں نہایت ہی نرمی برتے۔ مخالفین کے سخت سے سخت اعتراض سے رنجیدہ خاطر

[1] چنانچہ علم ہیئت کی جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ آسمان پر جو سفید راستہ سا (کہکشاں) دکھائی دیتا ہے یہ اس لئے سفید معلوم ہوتا ہے کہ اسکے اندر کئی ستارے ایسے ہیں جو نئے بنے ہیں اور کئی ابھی مکمل ہو رہے ہیں ۱۲ مؤلف +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ ہو بلکہ ٹھنڈے دل سے بدلائل احسن انہیں سمجھانے کی کوشش کرے۔ بالفرض اگر کہیں مخالف سے مناظرہ اور مباحثہ کی نوبت پیش آجائے تو اس میں بھی احسن طریق کو مدِّ نظر رکھے۔ دوسرے موقعہ پر دعوۃ و تبلیغ کے مختلف طرق پر بھی تفصیل فرمادی گئی ہے۔ دیکھو سورۃ النحل آیت ۱۲۵ و ۱۲۶

34

ربط مابعد

چونکہ اوپر طریقۂ تبلیغ قول احسن بتایا گیا۔ اب آگے اس کی نوعیت کی مثال بطور نمونہ پیش کی جاتی ہے۔ مثلاً اگر مخالفین تم سے زیادہ اُلجھنے لگیں تو نرمی سے انہیں یہ جواب دو کہ ربکم اعلم بکم الآیۃ یعنی اللہ تعالےٰ ہی تمہاری استعدادوں کو بہتر جانتا ہے کہ کس نقطہ پر پہنچکر تم مستحق رحمت یا عذاب ہو سکتے ہو۔ اگر تم ہماری تبلیغی سرگرمیوں سے رہِ راست پر نہیں آتے تو ہمیں اس کا کوئی غم نہیں۔ ہم اپنا فرض ادا کر رہے ہیں آگے نتائج کا مثمر یا غیر مثمر ہونا ہمارے قبضۂ قدرت میں نہیں۔ بلکہ یہ طبعی استعدادات پر منحصر ہے۔ جس کا علم علام الغیوب ہی کو ہے۔ اگر چاہے تو تمھیں مرحوموں کے سلسلہ میں داخل فرمائے یا چاہے تو معذّبوں میں ان یشاء یرحمکم او ان یشاء یعذبکم۔ لیکن چونکہ مشیت الٰہی حکمت پر مبنی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی نوعیت یوں ظاہر ہوتی ہے کہ جن طبائع میں عمدہ استعدادیں ہوتی ہیں۔ انہیں صحیح تعلیم کی قبولیت کی توفیق دیکر رحمت کرتا اور زندہ قوموں میں شامل فرمادیتا ہے۔ اور جن سے استعدادات صالحہ مفقود ہو جاتی ہیں۔ تو وہ بوجہ فساد طبائع صحیح تعلیم سے اعراض کرتی ہیں جس کی وجہ سے انہیں عذاب دیتا اور ذلیل و مردہ اقوام میں شامل فرماتا ہے۔

رفع شبہ

ممکن ہے۔ یہاں کوئی اعتراض کرے کہ پھر تمام انسانوں کو ایک حالت پر کیوں نہیں پیدا کیا گیا تاکہ سب کے سب صحیح تعلیم کو قبول کرکے رحمت الٰہیہ سے یکساں فائدہ اُٹھاتے۔ اور ممکن ہے کہ مبلّغ کی طبیعت بھی اس شبہ سے متأثر ہو۔ اس لئے آگے مبلّغ کو یہ ارشاد ہوتا ہے۔ وما ارسلناک علیھم وکیلا۔ یعنی ان باریکیوں میں پڑنا تیرا کام نہیں۔ تیرا کام فقط دعوۃ و تبلیغ ہے۔ لوگوں کے حالات طبعی کا تجھے نگران نہیں بنایا گیا۔ یہ الزامی جواب ہے اور تحقیقی جواب یہ ہے۔ وربک اعلم بمن فی السمٰوات والارض۔ یعنی ان مختلف الاستعداد طبائع کے پیدا کرنے میں اعلیٰ حکمتیں ہیں جن کو ہم جانتے ہیں۔ چنانچہ بعض حکمتوں کی تصریح بھی دوسرے مواقع میں کردی گئی ہے ؎

حکمت اوّل۔ اختلاف اور تفاوت درجات سے دُنیا کا کاروبار چل رہا ہے۔

ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضًا سخریًا ورحمت ربک خیر مما یجمعون (زخرف: ۳۲)

اور ہم نے بعض کے درجے بعض پر بلند کیئے ہیں تاکہ ایک دوسرے کام لیں اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

حکمت دوم۔ تفاوت مراتب سے نیکوں کی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں کیونکہ خوبی مقابلہ سے معلوم ہوتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انا جعلنا ما علی الارض زینة لها لنبلوھم ایھم احسن عملاً (کہف: ۷)

ہم نے زمین پر جو کچھ زینت کے سامان بنائے ہیں وہ اس لئے ہیں تا کہ لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں سے اچھے عمل کون کرتا ہے۔

حکمت سوم۔ اس اختلاف سے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا پتہ چلتا ہے اور اس کی عظمت و رفعت کا سکہ قلوب پر جمایا جاتا ہے۔

وما لکم لا ترجون للہ وقاراً وقد خلقکم اطواراً (نوح ۱۳، ۱۴)

اور تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ سے عزت کی امید نہیں رکھتے۔ حالانکہ اس نے تمہیں مختلف حالات میں سے گذار کر پیدا کیا ہے۔

واللہ خلق کل دابة من ماء فمنھم من یمشی علی بطنه ومنھم من یمشی علی رجلین ومنھم من یمشی علی اربع یخلق اللہ ما یشاء ان اللہ علی کل شیء قدیر (نور: ۴۵)

اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے بعض تو ان میں پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض دو پاؤں پر اور بعض چار پاؤں پر۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور یہ تنوع طبائع اور اختلاف درجات فقط عوام تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ خواص بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے کہ بعض نبیوں کو بھی ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض۔ چنانچہ ان مختلف الدرجات خواص نفوس میں سے ایک کڑی حضرت داؤد علیہ السلام ہیں جنہیں زبور عنایت ہوئی۔ واٰتینا داؤد زبوراً۔

حکمت ذکر داؤد علیہ السلام

ان انبیاء علیہم السلام میں سے جن کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ہی وہ پہلی ہستی ہیں۔ جنہیں نبوت کے ساتھ مستقل سلطنت بھی عطا کی گئی[1]۔ اور اس طرح نبوت وحکومت کے دونو منصبوں کو یکجا جمع کر کے شریعت اسرائیلی کے شیوع ونفاذ کا بہترین موقعہ دیا گیا۔ مگر کیا حضرت داؤد اشاعت ملت میں حکومت کی سیاسی قوتوں سے کام لیتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ انہیں تبلیغ ملت کا پر تاثیر طریقہ زبور دیا گیا تھا۔ واٰتینا داؤد زبوراً۔ جس کے ذریعہ پتھر اور لوہے جیسے سخت دل بھی موم ہو جاتے۔ چنانچہ سورہ سبا میں ہے والنا له الحدید (السباء: ۱۰) پس اے مسلم تجھے بھی اشاعت وتبلیغ میں سختی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کو شریعت اسرائیلی کے علاوہ طریقہ تبلیغ زبور دیا گیا تھا۔ اسی طرح تجھے بھی شریعت الٰہیہ کے علاوہ زبور محمدی دیا گیا ہے۔ وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمة (النساء: ۱۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم فرماتے ہیں۔ حضرت داؤد کا روحانی باجہ مجھے بھی دیا گیا ہے۔

(باقی آئندہ) حررہ خاکسار عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرس عربی ہائی سکول خانپور ریاست بہاولپور

[1] حضرت یوسف علیہ السلام اگرچہ ان سے پہلے تخت حکومت پر متمکن نظر آتے ہیں مگر مستقل سلطنت نہیں رکھتے تھے ۱۲ مؤلف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

35

التفریق الصریح بین حلیتی المسیحؑ

بخاری صفحہ ۱۸۵ مطبوعہ مصر پر دو حدیثیں امام بخاری لائے ہیں۔ ایک حضرت ابوہریرہؓ سے اور ایک حضرت ابن عمرؓ سے جس کے الفاظ یوں ہیں:۔

قَالَ وَلَقِيتُ عِيسٰى فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صلعم فَقَالَ رَبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَعْنِي الْحَمَّامَ الخ

ترجمہ:۔ فرمایا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملا۔ آپ درمیانہ قامت سُرخ رنگ۔ نہایت حسین گویا کہ حمام سے نکلے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔ کہ فَاَمَّا عِيسٰى فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيْضُ الصَّدْرِ فرمایا۔ کہ میں نے عیسیٰ اور موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سُرخ رنگ گھنگریالے بالوں اور چوڑے سینے والے تھے ۔

اب ان دونوں سے صاف ظاہر ہے کہ معراج میں آنحضرت صلعم نے حضرت عیسیٰؑ کو حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے ساتھ دیکھا۔ جو کہ اصل عیسیٰ بنی اسرائیل ہیں۔ اور ان کو سُرخ رنگ اور گھنگریالے بال والا پایا ۔

لیکن اس صفحہ پر حضرت امام بخاری ایک اور روایت بیان فرماتے ہیں جس میں آنحضرت صلعم کی ایک رؤیا جو مستقبل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ درج ہے۔ اور اس رؤیا کے دو راوی ہیں۔ ایک حضرت نافعؓ اور دوسرے حضرت سالمؓ اور دونوں ہی نے حضرت عبداللہ سے روایت کی ہے ۔

حضرت نافعؓ کی حدیث کا ترجمہ یوں ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلعم نے ایک دن مسیح الدجال کا لوگوں میں ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔ خبردار مسیح الدجال داہنی آنکھ سے کانا ہے۔ گویا اس کی آنکھ ایک اُبھرے ہوئے انگور کی طرح ہے ۔

فرمایا۔ کہ میں نے ایک رات خواب میں اپنے آپ کو کعبہ کے پاس دیکھا۔

"فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ كَاَحْسَنِ مَا يُرٰى مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً"

ترجمہ:۔ پس کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی جس کا رنگ گندمی ہے گندم گوں آدمیوں میں سے بہت ہی خوبصورت ہے۔ اُس کے بال اُس کے کندھوں پر لٹکے ہوئے ہیں۔ سیدھے بالوں والا ہے۔ اس کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اور وہ اپنے دونو ہاتھ دو آدمیوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے ہے۔ اور وہ بیت اللہ کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طواف کر رہا ہے۔ پس مَیں نے کہا یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر مَیں نے اس کے پیچھے ایک اور شخص کو دیکھا جس کے بال نہایت سخت گھنگریالے تھے۔ اور اس کی داہنی آنکھ کانی تھی۔ ان میں سے جن کو مَیں نے دیکھا ہے۔ وہ ابن قطن کے زیادہ مشابہ ہے۔ اور وہ اپنے ہاتھوں کو ایک آدمی کے دو کندھوں پر رکھے ہوئے ہے۔ اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ مَیں نے کہا یہ کون ہے انہوں نے کہا یہ مسیح الدجال ہے۔ دوسری حدیث جو کہ حضرت سالمؓ سے روایت ہے۔ اس میں ذکر ہے حضرت سالمؓ فرماتے ہیں۔ قسم خدا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عیسیٰؑ کو (جس کو رؤیا میں دجّال کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا ہے) احمر یعنی سُرخ رنگ والا نہیں فرمایا۔ بلکہ وَلٰكِنْ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبِطُ الشَّعْرِ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ يَنْطِفُ رَاْسُهٗ مَاءً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا ابْنُ مَرْيَمَ۔ ترجمہ:۔ لیکن فرمایا۔ کہ مَیں خواب میں تھا کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ پس کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی جس کا رنگ گندم گوں ہے اور بال بالکل سیدھے ہیں۔ اور دو آدمیوں کے درمیان ٹیک لگا کر چلا جا رہا ہے۔ اس کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے۔ یا بہ رہا ہے۔ پس مَیں نے کہا کہ یہ کون ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ ابن مریم ہے۔ اور آگے دجال کا ذکر فرمایا۔ اور اس کے متعلق کہا کہ وہ سُرخ رنگ ہے (یعنی سُرخ رنگ قوم سے پیدا ہوگا) الغرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ التزام فرمایا ہے۔ کہ جہاں حضرت عیسیٰؑ کا ذکر موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ وہاں ان کو سُرخ رنگ اور گھنگریالے بالوں والا بیان کیا ہے۔ اور جہاں دجّال کے ساتھ طواف کرتے ہوئے رسول صلعم نے دیکھا ہے۔ وہاں گندم گوں بیان کیا ہے اور کتاب اللباس میں بھی آنیوالے مسیح کا حُلیہ گندم گوں لکھا ہے۔ پس مَیں نے دَوران تقریر میں بیان کیا تھا۔ کہ اصل مسیحؑ جن کو آنحضرت صلعم نے باقی فوت شدہ انبیاءؑ کے ساتھ معراج کی رات دیکھا ہے۔ وہ اور ہیں اور آنیوالا مسیح اور ہے۔ لیکن اس کے خلاف ہمارے غیر احمدی دوستوں کی طرف سے کہا گیا کہ ان دونو حُلیوں میں تطبیق ممکن ہے۔ اور یہ دونو حُلیے ایک ہی شخص پر صادق آتے ہیں ؎

ہمارے نزدیک یہ دو حلیے ایک شخص کے قطعاً قطعاً نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی ان میں کوئی تطبیق ممکن ہے۔ بوجوہات ذیل:۔

۱۔ جس حدیث میں حضرت عیسیٰ بن مریم کو احمر اور جعد کہا گیا ہے وہاں رسول صلعم رأیت اور لقیت جو دونو ماضی کے صیغے میں بیان فرماتے ہیں۔ اور جس حدیث میں آدم اور رجل اور سبط کے حُلیہ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں وہاں اراني کا لفظ ہے جو کہ مضارع کا صیغہ فرماتے ہیں۔ اور یہ دونو ہرگز ایک شخص کیلئے نہیں ہو سکتے ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۹۔ حضرت امام بخاریؒ کا حلیتین میں فرق کو ملحوظ رکھنا اور اسی بات کا التزام رکھنا مانع عن التطبیق ہے ۔

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ملاقات آپس میں ثابت ہے کیونکہ ہر دو جلیل القدر صحابی ہیں۔ اور ان کا ایک دوسرے کے خلاف کچھ نہ کہنا یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ ہر دو صاحبان نے علیحدہ علیحدہ نبیوں کے حُلیے بیان کیئے ہیں۔ نہ کہ ایک کے۔ تلک عشرۃ کاملۃ ۔

ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

مولوی محمد شفیع صاحب ٹریکٹ کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں۔ احمر اور ادم میں تطبیق ممکن ہے۔ اور کہتے ہیں کہ گندمی رنگ جب احسن طور پر ہو تو ضرور سُرخی دیگا۔ اور لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلعم کے بھی دو رنگ مذکور ہیں ایک ابیض مشرب اور دوسرا ابیض مطلق۔ مولوی صاحب آپ تو خود ہی اپنے اعتراض کا جواب دے گئے۔ جب نبی کریم صلعم کے رنگ ابیض کو بقید مشرب بیان کیا گیا ہے۔ تو اب جہاں صرف ابیض کا لفظ ہو گا ہم اس کو مقید پر محمول کرینگے جیسا کہ قاعدہ عام ہے۔ کہ مطلق کو مقید پر قیاس کیا جاتا ہے۔ لیکن احمر اور آدم دو تو مطلق اور متضاد ہیں۔ اب ایک دوسرے پر کیسے محمول ہو سکتے ہیں اور مولوی صاحب جہاں نبی کریم صلعم کو ابیض مطلق بیان کیا گیا ہے۔ وہاں اس کے معنے بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔ دیکھیئے شمائل ترمذی مطبوعہ بولاق حاشیہ صفحہ ۱۱ هٰذَا بِاعْتِبَارِ مَا كَانَ يَعْلُوْ بَيَاضَهٗ مِنَ النُّوْرِ وَاللُّمْعَانِ فَلَا يُنَافِيْ اَنَّهٗ كَانَ مُشْرَبًا بِالْحُمْرَةِ۔ آپؐ کا رنگ سفید اس اعتبار سے تھا کہ الٰہی نور کا آپؐ کے چہرہ مبارک پر غلبہ رہتا تھا۔ اس لئے مشرب باحمر والی حدیث کے منافی نہیں ۔

احمر کے معنی ہیں ذو الحمرۃ اور آدم۔ کے معنی ہیں ذو السمرۃ اور سمرۃ کے معنی مفردات راغب ص ۲۴۱ پر اَلسُّمْرَةُ اَحَدُ الْاَلْوَانِ الْمُرَكَّبَةِ بَيْنَ الْبَيَاضِ وَالسَّوَادِ کہ سمرۃ سفیدی اور سیاہی کے درمیان درمیان ہوتی ہے۔ لکھے ہیں۔ اب مولوی صاحب! بتلائیے آدم کے معنے میں حمرۃ کہاں سے آ گئی ۔

ایک اور مغالطہ

مولوی صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جعد اور رجل کے معنے چونکہ قریباً قریباً ایک ہی ہیں۔ اس لئے جہاں رجل مذکور ہے وہاں جعد ہی مراد ہے۔ لہٰذا تطبیق حلیتین ثابت ہے۔ اور مولوی صاحب نے رجل کے معنے بین الجعودۃ والاسترسال لکھے ہیں۔ اور چند ایک کتب کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اور اس سے حلیتین میں تطبیق ثابت کی ہے۔ مولوی صاحب! رجل کے معنے سیدھے بال جن کے آخر میں ذرا خم اور پیچ ہو۔ ہیں۔ نہ کہ بین الجعودۃ والاسترسال رجل جعد کی ضد ہے۔ دلیل اوّل۔ نبی کریم صلعم کا ایک ہی شخص کے متعلق رجل اور سبط فرمانا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ رجل اور سبط مترادف ہیں۔ دلیل دوم۔ نافعؒ اور حضرت سالمؒ جو ہر وقت آپس میں گھرے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

23

انعامات سے کیا مراد ہے

اس آیت میں انعامات سے مراد وہ روحانی مدارج ہیں جن کی دوسرے مقام میں بالفاظ ذیل تفسیر فرما دی ہے چنانچہ فرمایا الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین یعنی انعام والے نبی یعنی اوتار صدیق. شہید اور صالح لوگ ہیں۔ یہ چاروں گروہ انعام والے وہ ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ کی محامد کے مظہر اور تخلقوا باخلاق اللّٰہ کی ہدایت کے مطابق خدا تعالیٰ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ کو اپنے اندر جذب کرنے والے اور صبغۃ اللّٰہ ومن احسن من اللّٰہ صبغۃ کے ارشاد کے مطابق خدا تعالیٰ کی صفات کے رنگ سے اپنے تئیں رنگین کرنے والے ہیں۔

منعم علیہم صفات اللّٰہ کے مظاہر

چنانچہ سورۃ فاتحہ کے ابتداء میں الحمد للّٰہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین فرما کر بتا دیا کہ چاروں گروہ انعام والے خدا تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور مالکیت کے مظہر ہوتے ہیں یعنی ایک طرف ان چاروں صفات کے رنگ سے رنگین ہونے سے اسی دنیا میں خدا سے جا ملتے ہیں اور کامل ایمان اور کامل عرفان اور الٰہی قرب اور الٰہی وصل کا مقام اور مرتبہ حاصل کر لیتے ہیں اور دوسری طرف انہی چاروں صفات کی مظہریت سے مقام افاضہ پر کھڑے ہو کر خدا کی مخلوق کیلئے ابر رحمت اور آفتاب ضیا بار بن جاتے ہیں۔ اور ان کا وجود علل وسطیٰ کی حیثیت میں ملائکہ صفت ہو کر خدا تعالیٰ کی عبودیت کے لئے بطور آلہ کے بنجاتا ہے اور ان کی حرکت و سکون اور ان کی نرمی اور سختی ملائکہ کی طرح بے نفسی کی حیثیت میں ظاہر ہوتی ہے اور جس طرح لوہا آگ میں داخل ہو کر آگ کی طرح حرارت اور روشنی کا اثر دکھانے لگتا ہے اسی طرح نبی صدیق۔ شہید۔ صالح لوگ اپنی بشریت میں ربانی رنگ و بو کا اثر غالب محسوس کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ محجوب دنیا بھی کہیں کہیں ان کی تجلی برکات کو مشاہدہ کر لیتی ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰؐ اور رام چندرؑ اور کرشنؑ اور آخر میں سیدنا حضرت احمد نبی اللّٰہ مرزا غلام احمد قادیانی جو ہمارے اسی زمانہ میں جلوہ افروز ہوئے یہ سب خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ کے مظہر اتم تھے۔ اور منعمین گروہوں کے سردار ہوئے ؛

مقام مظہریت مختلف استعدادوں کے لحاظ سے

خدا تعالیٰ کی تجلّی کی مظہریت کا مقام مختلف استعدادوں کے لحاظ سے مختلف شان رکھتا ہے جیسے سورج ایک ہی ہے لیکن مظاہر کے اختلاف کی وجہ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۲۔ احمر اور جعد والے حلیہ میں حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر آتا ہے۔ اور وہ بالاتفاق فوت شدہ ہیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ان میں کرنا جو آپکے نزدیک زندہ بجسدہٖ العنصری موجود ہیں۔ قرین قیاس نہیں ٭

۳۔ ہر دو حُلیوں میں الفاظ بالکل الگ الگ ہیں۔ یعنی احمر اور آدم اور جعد اور سبط پس ان مختلف الفاظ کا علیحدہ علیحدہ دو حُلیوں میں ہونا حلیتین کی تطبیق سے مانع ہے ٭

۴۔ اگر دونو حلیے ایک ہی کے ہوتے تو چاہیئے تھا کہ یہ دو حُلیوں کے الفاظ میں تداخل ہوتا۔ یعنی کم از کم دو حُلیوں میں الفاظ ایک دوسرے میں کمی بیشی کے ساتھ مستعمل ہوتے۔ لیکن ایسا نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حُلیہ بیان کیا گیا ہے تمام حدیثوں کے الفاظ کمی بیشی کے ساتھ ایک دوسرے میں مذکور ہیں۔ لیکن مسیحؑ کے حُلیتین میں ہرگز ایسا نہیں ٭

۵۔ حُلیتین کے راویوں میں سے دو بڑے معتبر اور ثقہ راوی حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ ایک روایت میں حضرت ابن عمرؓ حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں۔ لیکن اس روایت میں جس میں دجال کے ساتھ مسیح علیہ السلام کو دیکھا گیا ہے۔ بالکل مختلف ہیں۔ اور کوئی لفظ احمر جعد عریض الصدر وغیرہ کا وہاں بیان نہیں فرماتے۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی جو اپنے ورع زہد و تقویٰ تحری اور احتیاط میں بے نظیر مانے گئے ہیں ۔۔۔ ان کا مختلف حُلیوں کا بیان کرنا تطبیق سے مانع ہے ٭

۶۔ سالم بن عبداللہ جو کہ جلیل القدر فقہاء میں سے ہیں اور تابعین کے سردار ہیں اور معتبر علماء اور ثقات میں سے مانے گئے ہیں۔ ان کا قسم کھا کر لکھنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰؑ کو احمر نہیں کہا اس بات کی دلیل ہے کہ جس حدیث میں عیسیٰؑ کو احمر کہا گیا ہے وہ حدیث موضوع ہے۔ لیکن امام بخاریؒ نے ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ چار دفعہ احمر والی حدیث ذکر کی ہے۔ اور اگر حضرت سالم کا قول آنیوالے عیسیٰؑ کے ہی متعلق ہو تو حضرت امام بخاری کی چاروں حدیثیں موضوع قرار دینی پڑیں گی۔ حالانکہ اُمت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ بخاری شریف میں کوئی حدیث موضوع نہیں۔ اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ یہی ہے۔ پس تطبیق دینے والے ذرا غور کریں۔ اور حضرت سالمؒ کے قول کو سامنے رکھ کر ہمیں بتائیں کہ کیا بخاری میں بھی موضوعات ہیں ؟

۷۔ حضرت نافع جو کہ ایک بڑے جلیل القدر تابعی ہیں اور حضرت ابن عمرؓ کے مولیٰ ہیں۔ وہ بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جو روایت کرتے ہیں اس میں بھی الفاظ جعد۔ احمر اور عریض الصدر نہیں لاتے۔ بلکہ آدم اور رجل کا لفظ لاتے ہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کو رسول اللہ صلعم کی طرف سے آنیوالے مسیحؑ کے حُلیہ کی خبر دی تھی ٭

۸۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی حدیث متواتر کا حکم رکھتی ہے۔ کیونکہ معراج ابتداء بعثت میں ہوا۔ اور رؤیا بعد کا واقعہ ہے۔ اور ان کا اختلاف دو شخصوں پر دلالت کرتا ہے۔ نہ کہ ایک پر ٭

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تعلق کی وجہ سے ملتے رہتے تھے۔ ان کا رجل اور سبط کے لفظ کو بیان کر کے خاموش رہنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ یہ دونو لفظ مترادف ہیں۔ دلیل ۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو آنحضرت صلعم کی نہایت ہی قولی اور فعلی اتباع میں مشہور ہیں۔ ان کا ایک ہی شخص کے متعلق ایک ہی واقعہ میں رجل اور سبط بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ یہ دونو لفظ ان کے اور رسول صلعم کے نزدیک مترادف ہیں۔ دلیل ۴۔ حضرت امام بخاری کا ایک واقعہ میں ایک ہی شخص کے متعلق رجل اور سبط دونو الفاظ کا ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ یہ مترادف ہیں۔ دلیل ۵۔ علم اشتقاق کے ذریعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ رجل کے معنوں کے اندر سیدھا پن ہی پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں تَرَجَّلَ النَّھَارُ۔ اَیْ اِنْحَطَّتِ الشَّمْسُ عَنِ الْحِیْطَانِ کہ سورج دیواروں سے اُترا۔ یعنی اس کی شعائیں سیدھی ہو گئیں۔ رَجَّلَ شَعْرَہٗ اَیْ کَانَّہٗ اَنْزَلَہٗ اِلٰی حَیْثُ الرِّجْلِ بالوں کو سیدھا کر کے پاؤں کی طرف لے آیا۔ اَرْجَلْتُ الْفَصِیْلَ۔ اَیْ اَرْسَلْتُہٗ مع امہ میں نے ٹوڈے[1] کو کھلا چھوڑ دیا۔ اَلْمِرْجَلُ۔ اَلْمِشْطُ۔ کنگھی اور راجل کے معنے سیدھا ہو کر پیدل چلنے والا۔ خدارا غور فرمایئے کہ رجل کے اندر جعودت[2] کہاں سے آئی۔ دلیل ۶۔ شمائل ترمذی صفحہ ۲ مطبوعہ مجتبائی میں مذکور ہے۔ اَلرَّجِلُ الَّذِیْ فِیْ شَعْرِہٖ حُجُوْنَۃٌ اَیْ تَثَنٍّ قَلِیْلًا یعنی رجل وہ بال ہیں جن میں آخر میں کھونڈی کی طرح ذرا سا خم ہو۔ دلیل ۷۔ اسی طرح امام اصمعی جو ماہرینِ لغت میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ اَلرَّجِلُ الَّذِیْ فِیْ شَعْرِہٖ حُجُوْنَۃٌ اَیْ یَنْحَنِیْ قَلِیْلًا یعنی وہ بال جن کے اندر کھونڈی طرح تھوڑا سا خم ہو۔ مولانا! فرمایئے بین الجعودۃ والاسترسال کہاں ہے (ترمذی)۔ دلیل ۸۔ شہادت عقلی شہادت ہے۔ وہ یہ کہ بچوں کو جو علم سکھایا جاتا ہے۔ اور جو لغت بتائی جاتی ہے۔ وہ نہایت اصح ہوتی ہے۔ غیاث اللغات اور منتخب اللغات میں لکھا ہے۔ المرجل موئے فروہشتہ خلاف جعد۔ کیا صلحاءِ اُمّت اپنے عزیز القدر بچوں کو بقول آپ کے آجتک غلط راستے پر ہی چلاتے رہے؟ دلیل ۹۔ علامہ وحید الزمان ترجمہ بخاری پارہ تیرہ[13] زیر لفظ رجل صاف سیدھے بال لکھتے ہیں۔ آپ نے آجتک اس ترجمہ کی تصحیح نہیں کرائی کیا وجہ ہے؟ دلیل ۱۰۔ آپ کا مطالبہ ہے کہ کسی ایک لُغت عرب سے یہ دکھایا جائے۔ کہ رجل کے معنے سیدھے بال ہیں۔ میں نے آپ کو اس کتاب کا حوالہ بتلایا ہے جو جمہور خواص و عام میں مستند ہے اور جس کو شراح حدیث نے اپنی اپنی شروح میں بھی ذکر کیا ہے۔ اس میں لکھا ہوا ہے۔ کہ رجل موئے فروہشتہ سبط موئے فروہشتہ[3]۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ یہ لُغت عرب نہیں۔ آپ ایک اشتہار کے ذریعہ سے اعلان کر دیں کہ

---

[1] شتر بچہ۔ [2] جعد موئے مرغول

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صراح عربی کی کوئی مستند لغت نہیں۔ دلیل ۱۱۔ مجمع البحار (لغت حدیث) صفحہ ۶۹ ۴ میں لکھا ہے۔ شعر رجل ای مسترسل یعنی سیدھے اور لٹکے ہوئے بال۔ مجمع البحار لغت عرب ہے یا نہیں؟

دلیل ۱۲۔ رجل غیر جعد فتح الباری حاشیہ بین السطور صفحہ ۴۸۱ بخاری مصطفائی۔ رجل الراس ای مسترسل الشعر سیدھے بالوں والا از علامہ کرمانی شارح بخاری صفحہ ۴۸۹ مصطفائی۔ دلیل ۱۴۔

دیوان عرب کی شہادت سے ؎ اَیَّامَ اَلْحَفُ مِئْزَرِیْ عَفَرَ الثَّرٰی ۔ وَاَغُضُّ کُلَّ مُرَجَّلٍ رَیَّانٍ
اَلْمُرَجَّلُ اَلشَّعْرُ الْمُسَرَّحُ (سیدھے کھلے بال)، ویقال للمشط المرجل المسرح (لسان)
اب جبیاکہ رجل اور سبط کے معنوں کا مترادف ہونا ثابت ہوگیا۔ اور سبط آپکے نزدیک جعد کی ضد ہے۔ تو اب بتلائیے رجل جعد کی ضد کیوں نہیں؟

ایک اور مغالطہ اور اس کا جواب مولوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ رسول کریم کے بالوں کے متعلق رجل کا لفظ آیا ہے اور اس کے معنے گھنگریالے اور سیدھے کے ہیں۔ اس لئے رجل کے معنے گھنگریالے اور سیدھے ہیں۔ مولوی صاحب آپکی حدیث دانی پر قربان جائیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ آپ کے بال جعد رجل تھے یعنی ان کے اندر جعودت بھی تھی اور سبوطت بھی۔ اس سے تو ہمارا مدعا ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بال دو متضاد صفات کے جامع تھے نہ کہ آپکا مطلب۔ آپ کا ہر ایک عضو خیر الامور اوسطہا پر مبنی تھا۔ اور یہی حسن ہے۔ اللہ در القائل لا یشتکی منہا قصر ولا طول

ایک اور مغالطہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ موسیٰ کے متعلق بھی جعد اور رجل کا لفظ آیا ہے۔ تو کیا وہاں بھی دو موسیٰ مراد ہیں۔ مولانا اس کا جواب مجمع البحار والے نے دیا ہے۔ اَمَّا مُوْسٰی فَجَعْدٌ اَرَادَ جُعُوْدَۃَ الْجِسْمِ وَھُوَ اِجْتِمَاعُہٗ وَاکْتِنَازُہٗ لَا ضِدُّ سُبُوْطَۃِ الشَّعْرِ لِاَنَّہٗ رُوِیَ اَنَّہٗ رَجِلُ الشَّعْرِ کہ موسیٰ کے متعلق یہاں جعد کا لفظ آیا ہے وہاں مراد یہ ہے کہ ان کا جسم مضبوط اور ممتاز تھا۔ نہ کہ گھنگریالے بالوں والے تھے۔ کیونکہ حدیث میں ان کے بالوں کے متعلق رجل یعنی سیدھے تھے۔ آیا ہے۔ فتدبروا یا اولی الابصار ٭

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ ؎

موعود م و بحلیہ ماثور آمدم ۔ حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم
رنگم چوں گندم است و بمو فرق بیّن است ۔ ز انساں کہ آمد است در اخبار سرورم
ایں مقدمم نہ جائے شکوک است و التباس ۔ سیّد جدا کند ز مسیحائے احمرم

اب نیک دل ناظرین کرام پر روشن ہے۔ کہ حلیتین میں قطعاً کوئی گنجائش تطبیق کی نہیں نکل سکتی۔ لیکن پھر بھی کورانہ تقلید میں محو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھ کر خواہ مخواہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹاتے ہیں سچ ہے۔

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ٭

لہ ترجمہ: میں ان دونوں کو یاد کر کے روتا ہوں جن میں شباب کی مستی کی وجہ سے میں اپنی لمبی تہبند خاک پر گھسیٹتا تھا اور اپنے صاف سیدھے بالوں کو کنگھی سے کنگھا کرتا تھا ٭

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الہامات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(دربارہ زلازل وخوفناک تباہی)

۸؍جون ۱۹۰۴ء ۔عفت الدیار محلھا ومقامھا۔ انی احافظ کل من فی الدار (الحکم جلد ۹ نمبر ۱۹)

۲۳؍اپریل ۱۹۰۵ء۔ بھونچال آیا اور بڑی شدت سے آیا (بدر جلد ۱ نمبر ۴ صفحہ)

۹؍مئی ۱۹۰۵ء ۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔

۲۴؍مئی ۱۹۰۵ء۔ زمین تہ و بالا کردی (۲) انی مع الافواج اٰتیک بغتۃً۔

۲۳؍اگست ۱۹۰۵ء ۔ پہاڑ گرا اور زلزلہ آیا۔

۱۳؍ستمبر ۱۹۰۵ء عفت الدیار کذکری۔

یکم مارچ ۱۹۰۶ء۔ زلزلہ آنے کو ہے۔

۸؍اپریل ۱۹۰۶ء۔ یریکم اللہ زلزلۃ الساعۃ خدا تمھیں وہ زلزلہ دکھائیگا جو اپنی شدت کیوجہ سے نمونہ قیامت ہوگا۔

۱۴؍اپریل ۱۹۰۶ء۔ زلزلہ آیا۔ زلزلہ آیا۔

۱۴؍مئی ۱۹۰۶ء۔ ھل اتاک حدیث الزلزلۃ اذا زلزلت الارض زلزالھا۔

۲۰؍مئی ۱۹۰۶ء۔ ھل اتاک حدیث الزلزلۃ بل یأتیھم بغتۃ (۲) آفتوں اور مصیبتوں کے دن ہیں۔

۱۲؍اگست ۱۹۰۶ء۔ صحن میں ندیاں چلیں گی اور سخت زلزلے آئینگے۔

۱۲؍مئی ۱۹۰۷ء۔ کئی نشان ظاہر ہوں گے کئی بھاری دشمنوں کے گھر ویران ہو جائیں گے وہ دنیا کو چھوڑ جائینگے ان شہروں کو دیکھ کر رونا آئے گا وہ قیامت کے دن ہوں گے۔ زبردست نشانوں کے ساتھ ترقی ہوگی۔

۱۹۰۷ء۔ چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشان کی پنج بار۔ اگر چاہوں تو اس دن خاتمہ
انّی احافظ کلّ من فی الدّار۔

حاشیہ۔ اس وحی الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ زلزلے آئینگے۔ چار زلزلے پہلے ایسے ہونگے جیسا کہ ۴؍اپریل ۱۹۰۵ء کا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۳)

مندرجہ بالا الہامات سے واضح ہے۔ کہ زلزلے شدید آنیوالے تھے۔ ان میں سے ایک وہ زلزلہ ہے۔ جو ۴؍اپریل ۱۹۰۵ء کو آیا تھا۔ ایک زلزلہ یہ ہے جس نے بہار نیپال وغیرہ میں خوفناک تباہی ڈھائی۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل اقتباسات انقلاب و زمیندار سے مطالعہ فرمائیے۔ کہ اس میں عبرت حاصل ۔۔۔۔۔۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرنے اور انابت الی اللہ کا کافی سامان ہے:-

بہار میں زلزلے کی ہولناک تباہی

زلزلہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت کے ان عظیم الشان مظاہروں میں سے ہے جن کے سامنے انسانوں کی تمام دانائیاں۔ تہذیب کی لن ترانیاں اور سائینس کی ساری کامرانیاں دھری رہ جاتی ہیں۔ اور انسان کو اپنی بے بسی اور مجبوری کا انتہائی احساس ہو جاتا ہے۔ قارئین "انقلاب" اس ہولناک زلزلے کی تباہ کاریوں کی تفصیلات پڑھ چکے ہیں جس سے صوبہ بہار کے ہزاروں انسان ہلاک۔ ہزاروں مجروح۔ بے شمار مکانات منہدم اور لاکھوں انسان بے خانماں ہو چکے ہیں۔ اور ہر طرف تباہی و بربادی کا عالم ہے۔ زلزلے کے ساتھ ہی ایک اور آفت یہ ٹوٹی کہ زمین جا بجا شق ہو گئی اور اس کے اندر سے پانی اس قدر اُبلنا شروع ہوا۔ کہ بعض مقامات پر پانچ پانچ فٹ تک چڑھ آیا۔ اور اگر تباہی میں کچھ کسر باقی رہ گئی تھی۔ تو وہ اس طغیانی نے پوری کر دی۔ جمال پور۔ مونگھیر اور مظفر پور کی حالت بالکل ناگفتہ ہے۔ خصوصاً آخری دو مقامات تو بالکل ہی برباد ہو چکے ہیں۔ صوبہ بہار کے دوسرے تمام مقامات نے بھی کافی نقصان اُٹھایا ہے۔ اور اب تک پورے صوبے سے تلفِ جان کی جو اطلاعات موصول ہو چکی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تقریباً تیس ہزار نفوس اس آفت ناگہانی کی نذر ہو چکے ہیں۔ لیکن ہمارا خیال ہے۔ کہ ابھی ہر علاقے سے مستند اعداد و شمار موصول نہیں ہوئے۔ اور اصل نقصان اس سے کہیں زیادہ ہوگا۔ ۱۹۰۵ء کے زلزلے کا حلقہ اثر اس زلزلے کی نسبت محدود تھا۔ لیکن اس میں بیس ہزار جانیں ضائع ہو گئی تھیں۔ حال کا زلزلہ تین صوبوں یعنی صوبجات متحدہ۔ صوبہ بہار اور احاطہ بنگال پر پھیلا ہوا تھا۔ اگر زیادہ احتیاط سے معلومات حاصل کی گئیں۔ تو اس کے نقصانات کا اندازہ بھی کئی ہزار جانوں اور کئی کروڑ روپے کی جائداد کی تباہی تک پہنچے گا۔ (انقلاب ۲۳ جنوری ۱۹۳۴ء)

اذا زلزلت الارض زلزالھا

زلزلہ ان آیات الٰہی کی واضح ترین صورت ہے۔ جس کے ظہور پر مشیت ایزدی اس وقت مجبور ہو جاتی ہے۔ جبکہ نوع انسان کی خطا کاریاں حد سے بڑھ جاتی ہیں۔ اور اشرف المخلوقات اپنے شرف جنسی سے عاری ہو کر عصیان و عدوان کے نشہ میں چُور ہو جاتا ہے۔ فطرت حقہ اور قدرت لم یزل اس وقت مناسب سمجھتی ہے۔ کہ اپنی آیات بینہ سے مخمور بادۂ معصیت انسان کو جھنجوڑ کر ہوش میں لائے اور اس پر واضح کر دے۔ کہ ہر چند انسان اپنے افعال و کردار پر مختار ہے۔ لیکن منشائے الٰہی سے بعید ہے۔ کہ وہ اپنے گنہگار بندوں کو منتہائے ضلالت کی حدود بغیر کسی آسمانی تنبیہ کے عبور کرنے دے۔ اور نشانات ظاہرہ سے ان پر آشکارا نہ کر دے۔ کہ جس راستہ پر وہ جا رہے ہیں وہ یقینی طور پر تباہی اور بربادی کے خطرناک خارستان میں سے گذر رہا ہے ؛

۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کا زلزلہ تاریخ ہندوستان کے حوادث عظیمہ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اثر سے کروڑوں روپیہ کی عمارات و املاک منہدم ہوگئیں۔ اور کثیر التعداد مخلوق خدا کی شمع حیات ہمیشہ کیلئے گل ہوگئی مظفر پور (بنگال) کے مکمل انہدام کا تصور کیجئے۔ اور ان بے شمار کشتگان بلا کی ناگہانی موت ذہن میں لائیے۔ جو کشمکش حیات کی روزانہ مصروفیتوں میں حسب معمول منہمک تھے۔ کہ یکایک برق اجل نے ان کا خرمن ہستی نیست و نابود کر دیا۔ اور پھر ان بدبختوں کی واژونی قسمت پر اشک تاسف بہائیے۔ جن کے مادی باقیات وجود شدت تصادم سے اسطرح ریزہ ریزہ ہوگئے۔ کہ انہیں سفر حیات کی آخری منزل یعنی آغوش قبر سے بھی محروم رہنا پڑا۔ اور ان کے قطرہ ہائے خون اور ریزہ ہائے گوشت کو مسمار شدہ مکانات کی ایک ایک اینٹ نے علیٰحدہ علیٰحدہ اپنے دامن میں چھپا کر انہیں فاتحہ خوانوں تک کی نظروں سے اوجھل کر دیا۔ دوسری طرف ان خانماں برباد بندگان خدا کے مصائب کی جانب نظر دوڑائیے۔ جو اپنی جانیں بچانے میں کامیاب تو ہوگئے۔ لیکن خانہ و دیوار مسمار ہوجانے کے باعث کھلے میدانوں میں شبانہ روز پڑے رہے۔ جہاں کڑکڑاتی سردی باد خنک کے زہریری جھونکے اور اس پر ان مفلوکین کی بے سروسامانیاں قیامت کا منظر پیش کر رہی ہیں۔ اور عیال و اطفال کی آہ و زاری پر پیر فلک کا زہرہ آب ہوا جاتا ہے۔ (زمیندار ۲۱ جولائی ۱۹۳۴ء)

زلزلہ

از مولوی ظفر علیخان

غوغا ہے اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ بپا ہے ⁂ پوری ہوئی اللہ کی قدرت کی وعید آج

ہے لرزہ براندام ہمالہ کی ترائی ⁂ ہے فرشِ زمیں در گروِ بطشِ شدید آج

سنتے تھے کہ آنے کو ہے اک روز قیامت ⁂ ہے دید کے پردہ پہ ہویدا یہ شنید آج

زمیندار ۲۵ جنوری ۱۹۳۴ء

زلزلہ کی تباہ کاریاں

۱۹۰۵ء میں دھرم سالہ میں زبردست زلزلہ آیا تھا۔ لیکن اس کی تباہ کاریوں کا موجودہ زلزلہ کی تباہ کاریوں سے کیا مقابلہ۔ ۱۹۰۵ء میں تباہی کا حلقہ محدود تھا۔ اس بار بہت وسیع ہے۔ ۱۵ جنوری کو جو زلزلہ آیا۔ اس کا اثر زیادہ تر نیپال اور شمالی بہار پر پڑا۔ شمالی بہار پر اس لئے کہ نیپال سے ملتا جلتا ہے۔ نیپال کے ساتھ آمدورفت کا سلسلہ اس وقت تک منقطع ہے۔ اس لئے باقاعدہ طور پر اطلاع نہیں آئی لیکن کسی بھی ذریعہ سے جو اطلاع پہنچی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں کی تباہی بہار کی تباہی کو مات کرتی ہے۔ وہاں کے تین بڑے شہر جن میں اس کا پایہ تخت کھٹمنڈو شامل ہے۔ قطعاً تباہ ہوگئے ہیں۔ شاہی محل زمین کے ساتھ ہموار ہوگئے ہیں۔ نقصان جان و مال کا اندازہ لگانا اس وقت مشکل ہے۔ صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ بے اندازہ ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کسی حادثہ کے متعلق پہلی رپورٹ مبالغہ آمیز ہوتی ہے۔ لیکن اس زلزلہ کی حالت نرالی ہے۔ جوں جوں رپورٹیں آتی جاتی ہیں تیوں تیوں معلوم ہوتا جاتا ہے۔ کہ پہلی رپورٹ ٹھیک نہ تھی۔ نقصان بہت زیادہ ہوا ہے۔

بہار کی حالت میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ اس وقت تک کا اندازہ یہ ہے کہ صرف مونگھیر میں چھ ہزار اشخاص ہلاک ہوئے ہیں۔ مظفر پور اور دربھنگہ کی بربادی مونگھیر سے کسی طرح کم نہیں۔ مظفر پور کے بازار گرے ہوئے مکانات کے ملبہ سے اَٹے پڑے ہیں۔ راستہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دشوار گذار ہو رہا ہے۔ لوگوں کا کہیں پتہ نہیں ملتا مہاراجہ دربھنگہ کے کئی محل زمین کی سطح پر آرہے ہیں۔ بہار کا کُل اتلاف جان ہزاروں تک پہنچتا ہے۔ ہلاک شدگان کی تعداد کوئی بارہ ہزار بتلاتا ہے تو کوئی بیس ہزار تعجب نہیں کہ کل کی رپورٹ اس سے بھی بڑھ جائے ٭ (پرتاب ۲۵ رجنوری ۱۹۳۴ء)

(۱)

سٹیٹسمین کے نامہ نگار خصوصی نے ذیل کی روئیداد ارسال کی ہے :-

مونگھیر بالکل تباہ ہو گیا ہے۔ جہاں تک انسانی نظر کام کرتی ہے کھنڈرات نظر آتے ہیں۔ بڑے بڑے فلک بوس محل اور چھوٹے چھوٹے کچے مکان سطح زمین سے مل گئے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اس تاریخی شہر میں ہولناک مناظر دیکھے۔ میں نے دیکھا۔ کہ ٹمٹم۔ ٹانگے۔ گھوڑے اور ڈرائیور ملبہ کے نیچے دبے پڑے ہیں۔ میں نے ان منحوس آنکھوں سے دیکھا۔ کہ دکان دار ہاتھ میں ترازو پکڑے ملبہ کے نیچے ہمیشہ کی نیند سو رہے ہیں۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ان کھنڈرات کے نیچے دبے ہوئے لوگوں کی تعداد آٹھ ہزار کے قریب ہے۔ میں نے مظفر پور میں جو کچھ دیکھا۔ اُسے بیان کرتے ہوئے میرا دل پاش پاش ہوتا ہے۔ میری آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں۔ مظفر پور بالکل تباہ ہو چکا ہے۔ سینۂ زمین شق ہو گیا ہے اور گرم پانی سے کھولتے ہوئے چشمے ابل رہے ہیں۔ انسانوں کی نعشیں گلی کوچوں میں پڑی ہوئی ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ جیسے معرکۂ قتال و جدال کے بعد کشتگان سے میدان کارزار پٹا ہوتا ہے۔ اسوقت تک پانچ ہزار بندگان خدا کی نعشیں ملبہ سے نکالی جا چکی ہیں۔ اور ابھی ہزاروں کی تعداد میں ملبہ کے تلے بڑے مزے کی نیند سو رہے ہیں ٭

بیر گنج۔ ۲۳ رجنوری۔ ایک تازہ برقیہ سے پتہ چلا ہے۔ کہ کھٹمنڈو۔ بھاڑگاؤں اور پٹن قریباً تباہ ہو گئے ہیں سنگھ دربار محل کے سوا تمام فلک بوس عمارات اور رفیع الشان محل منہدم ہو گئے ہیں۔ اور آٹھ ہزار انسان لقمۂ نہنگ اجل ہو گئے ہیں ٭

(۲)

ٹائمز آف انڈیا کے نامہ نگار کا بیان ہے :- کہ مظفر پور کی تباہی انسان کو آٹھ آٹھ آنسو رُلاتی ہے۔ مکان منہدم ہو گئے ہیں۔ اور مکین بے خانماں پھر رہے ہیں۔ ان کی حالت اس مسافر کی طرح ہے۔ جو ایک لق و دق صحرا میں سرگرم سفر ہو اور ڈاکو اس کا زادِ راہ چھین لے جائیں۔ اُسے مجروح کر جائیں۔ اور وہ زخموں سے چُور چُور ہو کر بھوکا پیاسا بیکسی کے عالم میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہُوا جا رہا ہو۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور ضعیف العمر عورتیں بھوک اور پیاس کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر جانیں دے رہی ہیں۔ سردی کی وجہ سے نمونیہ کے کیس عام ہو رہے ہیں ٭

موتی ہاری۔ ۲۳ رجنوری۔ زمین پھٹ جانے کی وجہ سے پانی کے چشمے اُبل رہے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طغیانی آگئی ہے۔ تمام شہر پانی کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہُوا سمندر نظر آتا ہے۔ موتی ہاری کے ہلاکت زدگان کی تعداد آٹھ ہزار بتائی جاتی ہے ٭

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۶۵

المقتبسات والملتقطات

بلیة المالیہ [1]

سٹی ٹمپل لنڈن کے ڈاکٹر ایف۔ ٹی۔ نارووڈ (Dr. F. T. Norwood) جو دنیا کی سیاحت میں مصروف ہیں آج کل ہندوستان آئے ہوئے ہیں۔ حال میں انہوں نے ریاست ٹراونکور کے صدر مقام ٹراوینڈورم میں ایک تقریر کی ہے جس کے چند اقتباسات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ یہ تقریر ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء کے ٹائمس آف انڈیا میں شائع ہو چکی ہے:۔

"دُنیا میں آجکل جو تباہی رُونما ہے وہ ان تمام تباہیوں سے مختلف ہے جو اس سے قبل دُنیا میں پیش آچکی ہیں ساری دُنیا آج کل جس تباہی میں مبتلا ہے اس کا باعث نہ تو افلاس ہے نہ کمزوری، بلکہ اس کا باعث انتہائی تموّل اور انتہائی قوت ہے زمانہ ماقبل کے لوگوں پر سیلاب و قحط کی بدولت تباہیاں نازل ہوئیں مگر ان تباہیوں میں ان لوگوں پر وہ شدید مصیبتیں نہیں ٹوٹیں جو آج لوگوں پر ٹوٹ رہی ہیں۔ پہلے انسان کو سائنس پر کبھی اتنی کامل دسترس نہ ہوئی تھی جتنی کہ اب اسے حاصل ہے نہ کبھی اس سے قبل مصنوعات کی تیاری اور فراہمی کی قوت میں انسان کو وہ کمال حاصل ہُوا تھا جو آجکل اسے حاصل ہے۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے دنیا جس شدید مصیبت میں آج مبتلا ہے ایسی پہلے کبھی مبتلا نہ ہوئی تھی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اشیاء کی پیداوار بہت زیادہ اور ان کا نکاس بہت کم ہے۔" لوگوں نے روپے کو بہت زیادہ عزیز رکھنا شروع کر دیا ہے جس کا نتیجہ ہو رہا ہے کہ غرباء و مساکین کے روٹی کپڑے تک کا انتظام نہیں کیا جاتا۔ افریقہ میں کیپ ٹاؤن سے لیکر ممباسہ تک خشک سالی کی وجہ سے دیسی آبادیاں شدید اور دردناک افلاس میں مبتلا ہیں۔ مگر اسی ملک میں کمبرلی کی ہیرے کی کانیں تموّل میں آجکل اس قدر بڑھ رہی ہیں کہ پہلے کبھی ایسی حالت نصیب نہیں ہوئی۔ جو کیفیت کہ ہیرے کی افریقہ میں ہے وہی کیفیت چاء کی دوسرے ملک میں اور فواکہات کی تیسرے ملک میں ہے درانحالیکہ غرباء سب جگہ یکساں طور پر افلاس اور شدائد میں مبتلا ہیں۔

"جب تک کہ انسان قوانین فطرت کی مخالفت کرتا رہیگا موجودہ مصیبتوں کا خاتمہ نہ ہوگا۔ یورپ کی جنگ عظیم مصائب دنیا کے متعلق جہلِ انسانی کا ایک نہایت مہیب مظاہرہ تھی۔ اس جنگ کو ختم ہوئے پندرہ سال گذر چکے ہیں مگر آج بھی ہر شخص اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے کہ اب بھی ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ ایسا وحشیانہ برتاؤ کر رہا ہے کہ اس کے مقابلہ میں جنگل کے رہنے والے وحشیوں کے قوانین اخلاق زیادہ مستحق عزت و احترام معلوم ہوتے ہیں۔ بعض اقوام کا بھی باہمی برتاؤ آجکل بالکل وحشیانہ ہے

[1] دیکھو حضرت مسیح موعودؑ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روس نے ایک جدید اقتصادی تنظیم کی بنیاد ڈالکر تمام دنیا کی جڑوں کو ہلا ڈالا۔ جرمنی کو بالکل نہتا بنا کر اس کی فوجی قوّت کو نیست و نابود کر دیا گیا ہے۔ مگر باوجود اس کے گذشتہ چودہ (۱۴) سال سے یورپ کی متفقہ پالیسی یہی چلی آرہی ہے کہ جرمنی کو اور بھی زیادہ پامال کیا جائے۔ اور اب یہ ہو رہا ہے کہ اس کے جواب میں اس ملک میں بھی ایک زبردست خونخوار قومی لہر دوڑ رہی ہے۔ جاپان نے بوجہ اپنے ملک کے گھٹے ہوئے ہونے کے نیز بوجہ اس کے کہ جنگ عظیم نے تمام دنیا کو تھکا ڈالا ہے اور مضمحل کر رکھا ہے بہت بڑا نفع حاصل کیا۔ اس نے دنیائے جدید پر براہ راست حملہ کر دیا اور اقوام عالم کی متفقہ ناراضی کا جواب اپنی فوجی قوّت کے مظاہرہ سے دیا۔

"موجودہ مصائب کے دفعیہ کے لئے دو باتیں نہایت ضروری ہیں:

"ایک یہ کہ بجائے اس کے صنعت و حرفت کو دولت کا خادم بنایا جائے، دولت کو صنعت و حرفت کا خادم بننا چاہیئے۔

"دوسرے یہ کہ انسان کو انسان کے ساتھ عدل و رحمدلی و شفقت و محبّت کا برتاؤ کرنا چاہیئے اور اپنے خدا کے سامنے عجز و انکسار کے ساتھ دبکر اور لچک کر چلنا چاہیئے۔"

انجیل کا ایک قدیم نسخہ

حال میں برٹش میوزیم نے انجیل کا ایک قدیم نسخہ ایک لاکھ پونڈ میں جمہوریہ روس سے خریدا ہے۔ یہ نسخہ یونانی زبان میں ہے۔ اور چوتھی صدی مسیحی میں لکھا گیا تھا۔ اس سے پہلے برٹش میوزیم میں انجیل کے دو قدیم نسخے موجود ہیں۔

اس نسخے کا سراغ پہلے پہل ۱۸۴۴ء میں ٹشنڈورف نے لگایا تھا۔ جس کا شمار انجیل کے بڑے عالموں میں ہوتا ہے۔ اس نے ایک خانقاہ میں انجیل کے ایک قدیم نسخے کے ۴۳ ورق پڑے پائے تھے۔ اس نے خانقاہ کے راہبوں سے مل کر باقی اوراق کی جستجو کی۔ لیکن ان کا کوئی سراغ نہ لگا۔ ٹشنڈورف نے ان اوراق کو سیکسنی کے بادشاہ فریڈرک اگسٹس کی نذر کر دیا۔ اور وہ آجتک لیپزگ کے ایک کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

۱۸۵۳ء میں ٹشنڈورف پھر اسی خانقاہ میں جو کوہ سینا پر واقع تھی۔ پہنچا۔ اور راہبوں سے ملا۔ راہبوں نے اسے ایک بڑی کتاب دکھائی۔ ٹشنڈورف نے سے پہچان لیا۔ کہ وہ اوراق اسی کتاب کے تھے۔ اس نے راہبوں سے یہ کتاب لے لی۔ اور زار الگزنڈر ثانی کے نذر کر دی۔

یہ نسخہ اس وقت سے سینٹ پیٹرسبرگ کی امپیریل لائبریری میں پڑا ہے۔ اس میں قدیم عہد نامے کا بہت بڑا حصّہ موجود ہے۔ بعض صحیفے تو مکمل ہیں۔ اور بعض کے مختلف اجزا رہ گئے ہیں۔ عہد نامہ جدید پورا موجود ہے۔ اور برنباس کی انجیل بھی ہے۔ جو عام طور پر انجیل کے دوسرے نسخوں میں نہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے علاوہ اس میں ایک اور کتاب بھی ہے۔ جسے ہرا س گڈریے کی کتاب کہتے ہیں ؂

انگلستان کے مشہور اخبار ڈیلی ٹیلی گراف میں ایک مشہور اہل قلم نے اس نسخے کے متعلق ایک لمبا مضمون لکھا ہے۔ جس میں وہ لکھتا ہے۔ کہ دنیا میں انجیل کا کوئی اصلی نسخہ موجود نہیں۔ ہم تک جو نسخے پہنچے ہیں۔ وہ یونانی زبان میں لکھے گئے تھے۔ اور یہ نسخہ ان سب میں زیادہ قدیم ہے ؂

اس نسخے کی مدد سے یہ معلوم کرنا آسان ہے۔ کہ انجیل کے الفاظ میں کیونکر تبدیلیاں ہوئیں۔ نئے الفاظ کس طرح داخل کیئے گئے۔ اور وہ کیونکر ایک نسخے سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے میں منتقل ہوتے چلے گئے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ کاتب کو کہیں کوئی مبہم لفظ نظر آیا۔ اور اس نے اس جگہ کوئی اَور لفظ داخل کر دیا۔ بعض حصے حذف کر دیئے گئے۔ اور بعض نئی عبارتیں داخل کر دی گئیں۔ چنانچہ موجودہ انجیلوں کے اکثر حصے الحاقی ہیں ؂

سولھویں صدی میں جب چھاپے کا رواج ہُوا۔ اور یہ یونانی نسخے چھاپے گئے۔ تو لوگوں میں تنقید کا مذاق پیدا نہیں ہُوا تھا۔ اس لئے کسی کو یہ خیال نہ آیا۔ کہ مختلف نسخوں کا مقابلہ کر کے صحیح نسخہ چھاپا جائے۔ اس لئے انہیں جو نسخہ ہاتھ آیا۔ انہوں نے چھاپ دیا۔ انیسویں صدی میں لوگوں میں تنقید کا مذاق پیدا ہُوا۔ اور انجیل کے مختلف نسخوں کے متعلق بحثیں ہونے لگیں۔ اس زمانے کا ممتاز عالم ڈاکٹر ٹشنڈورف تھا۔ جس نے ایک مشہور خانقاہ سے یہ نسخہ تلاش کیا۔ اور اسے سینٹ پیٹرسبرگ پہنچا دیا۔ اس نسخے کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس میں برنباس کی انجیل موجود ہے۔ جسے عام طور پر گم شدہ سمجھا جاتا تھا ؂

یہ نسخہ نہایت اچھے کاغذ پر لکھا گیا ہے۔ جو ہرن کی کھال سے بنایا گیا تھا۔ بعض اوراق موٹے ہیں۔ اور بعض پتلے ہیں۔ بعض اوراق تو اس قدر پتلے ہیں۔ کہ دوسری جانب سے حروف نظر آتے ہیں مسودہ چار کالموں میں لکھا گیا ہے۔ اور پرانے زمانے کے رواج کے مطابق الفاظ کے درمیان فاصلہ نہیں چھوڑا گیا ؂

مالک بن نویرہ کا قتل

مالک بن نویرہ بنی حنظلہ کے سرداروں میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانے میں مشرف بہ اسلام ہُوا۔ حضورؐ نے بنی حنظلہ کی زکوٰۃ اور صدقات کا محصل مقرر فرمایا۔ یہ بات یاد رہے کہ مالک ان مسلمانوں میں نہ تھا جو اسلام کے ضعف اور غربت کے زمانے میں اسلام لائے۔ بلکہ اس زمانے میں مسلمان ہُوا جب اسلام قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہ گیا تھا ؂

آنحضرت صلعم کی وفات اور حضرت ابو بکرؓ کی مسند نشینی کے بعد جب ارتداد کا طوفان اُٹھا اور مرتد قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو اس وقت مالک نے بھی زکوٰۃ بھیجنی بند کر دی کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے زکوٰۃ بند کی ہوگی۔ لیکن اسلام کو نہ چھوڑا ہوگا۔ لیکن درست نہیں۔ اس لئے کہ اسلام کے کسی رُکن کا انکار اسلام کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سورج کی تجلیات کا مظاہر میں ظہور مختلف حیثیتوں کے ساتھ ہے۔ وہی سورج جو زمین کو اپنی روشنی سے منور کرتا ہے جب اس کی وہی روشنی ایک چونہ گچ دیوار پر پڑتی ہے تو زمین کے بالمقابل زیادہ چمک کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے اور جب وہی روشنی چاند پر پڑتی ہے تو اس روشنی سے چاند اسقدر لامع النور اور جلوہ نما ہوتا ہے کہ بدر تام ہو کر اپنی پوری مظہریت کے ساتھ شب دیجور کو روشن کر دیتا ہے اور جب وہی تجلی سورج کی آئینہ صافی پر اپنا جلوہ دکھاتی ہے تو آئینہ کا صاف شفاف وجود جو اپنی صفائی کی وجہ سے فناء اتم کی حیثیت رکھتا ہے اپنے وجود سے بالکل سورج کے وجود کو ہی پیش کرتا اور دکھاتا ہے۔ پس یہی مقام خدا کے انبیاء اور خدا کے مرسلین کا ہے جو آئینہ کا ہے۔ اور جو فناء اتم کی حیثیت سے مظہر اتم کی شان کو حاصل کرنیکا ذریعہ اور واسطہ ہے۔ یا اس کی مثال اس دانہ کی سمجھ لیجیئے گا جس کی شان کا جلوہ ایک طرف پتوں میں ظاہر ہو رہا ہے تو دوسری طرف شاخوں میں اور ایک طرف پھولوں کی پتی میں جلوہ نما ہے تو دوسری طرف پھلوں میں اس کی کامل تجلی ظاہر ہو رہی ہے۔ پس مختلف مظاہر ایک ہی ہستی کی مختلف تجلیوں کے حامل پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح خدا کے نبی اور صدیق اور شہید اور صالح لوگ بھی اپنی اپنی استعداد کے مطابق خدا کی تجلی کو مختلف شانوں اور حیثیتوں میں دکھلانے والے ہیں ؎

اسلامی تعلیم کا مقصد اعلیٰ

اسلام اپنی تعلیم کا اعلیٰ مقصد اور انتہائی نقطہ اور بلند ترین نصب العین جو انسانی زندگی کے لئے پیش کرتا ہے وہ یہی ہے کہ انسان اپنی پاک تبدیلی سے روحانی کمالات اور انعامات کی چاشنی اسی دنیا میں چکھے اور وہ خدا جو دنیا کی نظروں میں محجوب ہے۔ اس کا پُر عظمت اور پُر جلال اور مملوِ حسن و جمال چہرہ عارفانہ بصیرت اور عاشقانہ نگاہوں سے اسی دنیا میں دیکھ لے۔ اور ہر ایک بدی کی نجاست اس کے محل خیال اور محل اقوال اور محل افعال محل نیات اور محل اعمال سے ایسے طور سے دھل جائے جیسے ناپاک اور میلا کپڑا صابن اور پانی سے۔ اور ہر ایک تاریکی جو خودی اور خود پسندی اور خود پرستی اور خود روی اور انواع اقسام کی جہالتوں اور لاعلمیوں کے رنگ میں پائی جاتی ہے وہ دُور ہو کر اس کی جگہ نور معرفت اور نور بصیرت اور نور فراست پیدا ہو جائے۔ اور وجود انسانی کا ہر ذرہ جسم اور اس کی رُوح کی ہر قوت و حس مذہب کی پاک تعلیم کے اثرات کے ماتحت ایک پاک تغیر اور پاک انقلاب سے خدا کی تجلیات اور انوار قدس کے لئے آئینہ خدا نما بن جائے۔ اور جس طرح آنکھ اور سورج کی روشنی ایک دوسرے سے پیوست ہو جاتی ہے اسی طرح انسانی روح مع اپنے قوی حواس کے الٰہی تجلیات کے پُر انوار دریائے قدس کے اندر غوطہ لگانے سے اس کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انکار ہے۔ اسی لئے حضرت ابوبکرؓ نے منکرین زکوٰۃ اور مرتدین میں کوئی فرق نہ کیا۔ لیکن مالک کے متعلق حافظ ابن حجر نے صاف لکھا ہے کہ زکوٰۃ بند کرنے کے علاوہ اس نے اپنے قبیلے والوں کے سامنے ان اشعار میں اپنے ارتداد کا اظہار کیا ؎

فقلت خذوا اموالکم غیر خائف ولا ناظر فیما یجئی من الغد

مَیں نے اپنے قبیلہ والوں سے کہا کہ تم بلاخوف خطر اور بلا کل کو سوچے ہوئے اپنے مال واپس لے جاؤ

فان قام بالدین المحوق قائم اطعنا وقلنا الدین دین محمد

اگر کل کوئی اس جھاڑو پھرے دین کو لیکر پھر کھڑا ہوگا تو ہم مطیع ہو جائینگے اور کہینگے کہ سچّا دین محمدؐ ہی کا دین ہے ان اشعار سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ اسلام سے بھی برگشتہ ہو گیا تھا (اصابہ حافظ ابن حجر جلدہ صفحہ ۳۶) مالک کے دوبارہ اسلام لانے کو صحیح سمجھنے کی صورت میں طبری کی روایت کے مطابق اسکے قتل کا واقعہ یہ ہے:

اسلامی فوجوں کا ایک دستہ مالک اور اس کے ساتھ چند بنی ثعلبہ کو گرفتار کر کے خالدؓ کے پاس لایا۔ لیکن ان کے اسلام کے متعلق شہادت میں اختلاف تھا۔ ابو قتادہ انصاریؓ کی شہادت تھی کہ انہوں نے اذان دیکر نماز پڑھی ہے۔ لیکن دوسری شہادتیں اس کے خلاف تھیں۔ رات کا وقت تھا۔ فیصلہ صبح کے لئے ملتوی ہو گیا۔ رات کو ٹھنڈک زیادہ تھی۔ خالدؓ نے قیدیوں کو سردی سے بچانے کے لئے فوج میں منادی کی" ادفئوا اسراکم" یعنی اپنے قیدیوں کو گرم کرو دفاءؔ کے معنے گرم کرنیکے ہیں لیکن بعض قبائل کے لغت میں" دف" قتل کے استعارہ میں بھی استعمال ہوتا تھا۔ اس لئے غلط فہمی میں مالک اور ان کے چند ساتھی مارے گئے۔ خالدؓ شور سُنکر باہر نکلے تو یہ کہکر خاموش ہو گئے کہ قضائے الٰہی کو کوئی نہیں روک سکتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مؤرخین مالک کے دوبارہ اسلام لانے کے قائل ہیں۔ وہ بھی اس کے قتل کو غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ عورت کو وجہ قتل قرار دینا قطعاً صحیح نہیں۔ حافظ ابن عبدالبر بھی مالک کے حالتِ ارتداد میں مارے جانے کے قائل ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی کتاب استیعاب میں مالک کے حالات نہیں لکھے۔ رہا مالک کی بیوی کے ساتھ شادی کا معاملہ تو اگر مالک حالت ارتداد میں مارا گیا۔ تو جب بھی خالدؓ کا اس کی بیوی سے شادی کرنا موجب قدح نہیں بلکہ موجب مدح ہے اس لئے کہ مقصود شادی نہ تھا بلکہ یہ تھا۔ کہ اس گھرے تعلق کی وجہ سے خاندان اسلام پر مضبوط ہو جائے اور مالک سردار تھا۔ سردار کی بیوی کے ساتھ خالدؓ ہی کی شادی زیادہ مناسب تھی۔ اگر مالک غلط فہمی میں مارا گیا تو یہ شادی تالیف قلب کا ذریعہ تھی۔ باقی تمام باتیں بالکل غلط اور محض افسانہ ہیں ؛ (مشرق)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرب اور وصل کی برکات اور انعامات کو محسوس کرے۔ اور خدا کی مظہریت میں علم الٰہی اور قدرت کاملہ کی تجلّی کے اظہار کیلئے لباس تجدید میں ظاہر ہو اور ان حالات میں بندہ کا اپنے خدا سے نہایت ہی گہرا تعلق پایا جاتا ہے جو دُنیا کے مادی گناہوں سے اس سے بھی بیحد دُور اور مستور ہوتا ہے جتنا کہ تحت الثریٰ اور پاتال کے تاریک ذرہ سے ثریا کی بلندی کا روشن ذرہ ۔

مکالمہ مخاطبہ اللہ

اس مقام اور حال کے انسان پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مکالمہ مخاطبہ اور رؤیا اور کشوف اور امور غیبیہ اور عجائبات قدرت کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور وہ باتیں جو عامیوں کے لئے صرف فسانہ اور خیال اور قیل وقال تک محدود ہوتی ہیں اس کے لئے صاحب حال کی طرح مشاہدات اور محسوسات کی طرح پیش آتی رہتی ہیں۔ پس یہ ہے نجات اور یہ ہے فلاح۔ جس کے انوار و برکات نہ صرف مرنے کے بعد بلکہ اسی دُنیا میں مذہب اسلام اپنے پیروان کیلئے پیش کرتا ہے ۔

برکات اسلام کا زندہ نمونہ

چنانچہ شروع اسلام سے ہر زمانہ میں ایسے کامل اور باخدا انسان پیدا ہوتے رہے ہیں۔ کہ جن کے پاک نمونے اپنے اندر سے نجات کے انوار اور برکات دُنیا کو دکھلاتے رہے۔ اور آج اس زمانہ میں بھی سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود اور امام مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود باجود اسلام کی ان تازہ برکات اور نجات اور فلاح کی تازہ شہادات جو طالبان حق اور جویان صداقت کیلئے اپنے اندر تسلّی بخش بشارات اور ہدایات رکھتی ہیں ایک بے نظیر ثبوت اور حجّت نیرہ ہے۔ کیونکہ آپ نے خدائے اسلام اور پیغمبر اسلام (صلعم) اور مذہب اسلام کی برکات سے دُنیا میں ہی نجات اور فلاح کا نمونہ دکھا دیا۔ اور خدا سے ہمکلام ہو کر وہ وہ امور غیبیہ اور عجائبات قدرت اور نشانات اور معجزات آپ کے ذریعہ ظہور میں آئے کہ جن کو دیکھ کر ایک سلیم الفطرت انسان کو آج تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اسلام کا خدا اور اسلام کا پیغمبر اور نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اور اسلام کی کتاب اور مذہب فی الواقع زندہ اور زندگی بخش اور نجات دہندہ ہے ۔

گناہوں سے نجات دینے والا زندہ ایمان

اور ہاں یہ سوال کہ اسلام کی تعلیم نجات اور فلاح کیلئے کونسے ذرائع پیش کرتی ہے۔ جن سے نجات اور فلاح کا مقصد حاصل ہو سکے۔ سو اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ نجات اپنی حقیقت کے لحاظ سے دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ انسان کو گناہوں اور پاپوں سے نجات حاصل ہو۔ دوسرے یہ کہ گناہوں کی سزا سے مخلصی حاصل ہو۔ لیکن اسلام اپنی تعلیم کے رُو سے انسان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیلئے اس امر کو ضروری قرار دیتا ہے۔ کہ وہ پہلے انسان کے سامنے ایسا قانون پیش کرے جس میں اس بات کا تفصیل سے ذکر ہو کہ اصولی طور پر اوامر اور نواہی اور نیکی اور بدی کیا ہے۔ کیونکہ جب تک کسی نیکی بدی کے قرار دینے اور نامزد کرنے کا قانون ہی وضع نہ ہو تو اس صورت میں کوئی کسی کی نسبت نہ نیک و بد کا لفظ استعمال کر سکتا ہے نہ ہی نیکی بدی اور پاپ پُن کا۔

اور گنہ اور پاپ کی حیثیت قانون کی خلاف ورزی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور جس طرح گنہ قانون کے توڑنے اور قانون کی خلاف ورزی کا نام ہے۔ اسی طرح نیکی قانون کی اتباع اور اس کی پیروی کا نام ہے اور جو چیز بدی سے پاک کرنیوالی اور پاپوں سے نجات دینے والی ہے۔ وہ مذہب اسلام کی پاک تعلیم میں زندہ اور کامل ایمان ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات کے متعلق مومن انسان کے قلب میں پایا جاتا ہے۔ ایمان اور علم مجرد کے درمیان فرق ہے۔ خالی علم انسان میں وہ انقلاب نہیں پیدا کر سکتا۔ جو کامل ایمان پیدا کرتا ہے۔ علم کے رُو سے خدا اور ایشور مہاراج کی ہستی اپنے نام کے لحاظ سے ایسی ہی ہو سکتی ہے جیسے آسمان اور زمین اور کوہ ہمالہ پہاڑ اور بڑ اور پیپل کا درخت ایک نام رکھنے والی ہستی ہے پر کیا ایک پاپی کو پاپ سے ان ہستیوں کا علم یا تصوّر روک سکتا ہے؟ یا ایک بدکار ان ہستیوں کے سامنے ہو کر بدکاری سے الگ ہو سکتا ہے؟ اور ان ہستیوں کا علم باوجودیکہ پُر عظمت ہستیاں ہیں پاپ اور گنہ سے بچا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہی پرمیشور کی ہستی بلحاظ اس علم کے کہ وہ بھی ایک ہستی ہے اس کا خالی تصوّر اور محض خیال جو دوسری ہستیوں کی طرح صرف نام تک محدود ہے ایک پاپی کو پاپ سے نہیں بچا سکتا۔ لیکن ایمان کی مثال اُس زندہ احساس کے معنوں میں ہے۔ جو علیم اور قادر و مقتدر ہستی کے مقتدرانہ تصوّر کے ساتھ انسانی قلب کیلئے مؤثر اور اس کے قول اور فعل اور اس کی حرکات اور سکنات میں ایک مہذبانہ اور متأدبانہ انقلاب پیدا کرنے والا ہے۔ کیا وہ پاپی جو آسمان و زمین اور کوہ ہمالہ پہاڑ کے سامنے جرائم کا مرتکب ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا ہے وہ کیا ایک کپتان کی پُر جلالت ہستی کے سامنے بھی ارتکاب جُرم کر سکتا ہے؟ حالانکہ وہ ان پُر عظمت ہستیوں سے وجود میں بہت چھوٹا ہے تو ظاہر ہے کہ ایک کپتان کے سامنے ایک پاپی کا تہذیب اور ادب کو اختیار کرنا اور تہذیب اور ادب کے ساتھ اپنے قول و فعل اور اپنے جنبش و سکون میں انقلاب ظاہر کرنا گویا اس کی پہلی مجرمانہ حالت ہی متغیّر اور متبدّل ہو چکی۔ یہ کیوں اور اس کا سبب کیا؟ کیا بجز اس کے اس کا کچھ اور بھی سبب ہو سکتا ہے کہ کپتان کی پُر جلالت اور مقتدرانہ ہستی کے متعلق اس پاپی کے دل میں ایمان اور ایمانی احساس پیدا ہو گیا۔ پس ایمان وہ چیز ہے جس کے ذریعے انسانی قلب متأثر ہو کر انسانی حالات میں انقلاب پیدا کر دیتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فرما کر بتا دیا۔ کہ جن لوگوں میں ایمان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے لامحالہ ان کے اعمال بھی نیک۔ اور درست اور ہر قسم کے فسادات سے پاک ہوجاتے ہیں اس لئے کہ کامل ایمان اور اعمال صالحہ کے درمیان باہمی کامل تناسب اور کامل تعلق ہے۔ پس پاپوں اور گناہوں سے نجات دینے والی چیز کامل اور زندہ ایمان ہے ؞

25

اب یہ دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ایسا کامل ایمان کیونکر پیدا ہوسکے تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ :-

زندہ ایمان کامل عرفان سے پیدا ہوتا ہے

اسلام کی تعلیم میں کامل ایمان کے پیدا ہونیکا ذریعہ کامل عرفان اور کامل گیان اور کامل معرفت اور کامل بصیرت ہے۔ چنانچہ قرآن میں فرمایا کہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ یعنی عارف اور گیانی لوگ وہ ہیں جو اپنی کامل معرفت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کو اس شان کے ساتھ شناخت کرتے ہیں کہ اللہ کی عظمت کے بالمقابل وہ کسی کی عظمت کو خیال میں ہی نہیں لاتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صرف اللہ سے ہی ڈرتے ہیں اور اللہ ہی کی خشیت سے ان کے قلوب متأثر اور خائف رہتے ہیں۔ کیا اس طرح کے عارف لوگ جو خدا تعالیٰ کو اس طرح کی عظمت کے ساتھ شناخت کرتے ہیں وہ اور ایسے لوگ جو اس طرح کی معرفت اور علم سے بے نصیب ہیں دونو برابر ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

یہ اصل کہ کامل ایمان کامل عرفان سے پیدا ہوتا ہے۔ واقعات اور مشاہدات اور تجربات کی رُو سے بھی قابل تصدیق و تسلیم ہے۔ کیونکہ قانون قدرت میں اس کے شواہد پائے جاتے ہیں۔ ایک انسان کامل معرفت کے ہوتے ہوئے کہ سنکھیا اور سم الفار زہر قاتل ہے۔ سو جب اسے معلوم ہوجائے کہ اس کے کھانے یا پینے کی چیز میں وہ زہر موجود ہے تو باوجود سخت بھوک اور سخت پیاس کے وہ اس کھانے اور پینے کی چیز کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا سکتا کہ لیکر اسے کھالے یا پی لے۔ اس لئے کہ وہ ایمان اور کامل یقین جو کامل عرفان کی وجہ سے اسے زہر کے متعلق حاصل ہوچکا ہے وہ اپنی قوّت اور زبردست قوّت احساس و تأثر کے ساتھ اسے اس فعل سے روک دیتا ہے۔ اسی طرح جس راستہ میں یقین ہو کہ یہاں شیر اور چیتا یا کوئی اژدہا رہتا ہے تو انسان جرأت نہیں کرسکتا کہ ادھر کو قدم اُٹھالے۔ اس لئے وہ کامل یقین جو اسکے اندر ان مُہلک چیزوں کے متعلق بھرا ہُوا ہے وہ مانع ہوگا۔ اسی طرح گناہ جب ایک زہر اور درندہ کی طرح موذی اور مہلک چیز ہے۔ اور رُوحانیت کا ستیاناس کرنیوالی اور دُنیا اور آخرت میں ذلیل کرنیوالی اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دُکھوں میں ڈالنے والی ہے تو جس انسان کو اس کے متعلق کامل یقین حاصل ہوگا۔ کہ یہ جلادینے والی آگ ہے وہ اس آگ میں یقین رکھتے ہوئے کیونکر ہاتھ ڈال سکتا ہے ؛

پس ایمان کا فلسفہ وہی ہے جو ہمیں قانون قدرت میں سکھایا گیا ہے۔ اور گو مذہبی قانون کے رُو سے مرنے کے بعد گناہوں اور پاپوں کی سزا اور دُکھ ملیگا۔ لیکن ان پاپوں سے بچنے کے لئے ہمیں جس یقین کے پیدا کرنے کیلئے جس قانون قدرت کے ذریعہ سبق دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم قانون قدرت کو بھی دنیا کی زندگی میں ایک پرلے اور قیامت اور حساب کا وقت تسلیم کریں کیونکہ دُنیا میں قانون قدرت کے توڑنے پر دم نقد انسان کو سزا۔ اور قانون قدرت کی اتباع میں جزا مل جاتی ہے ایک بھوکا اور پیاسا کھانے اور پینے کی طرف اور ایک بیمار ڈاکٹر اور حکیم کی ہدایت کے ماتحت دوائی کے استعمال کی طرف کیوں جھکتا ہے محض اس لئے کہ اسے یقین ہے کہ دم نقد اسی دُنیا میں ان چیزوں کے استعمال سے وہ نقد فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتا اور نہ ہی زہر کو کھاتا ہے اس لئے وہ جانتا ہے کہ قانون قدرت کی خلاف ورزی سے دم نقد اسے سزا بھگتنی ہوگی۔ پس وہ ایمان اور وہ یقین کامل جو قانون قدرت کے متعلق کے ...... ہمارے اندر موجود ہے خدا کا پاک مذہب اور پاک دین اور خدا کی کامل الہامی کتاب اور اس کی کامل تعلیم قانون مذہب کے متعلق بھی ایسا ہی ایمان کامل اور یقین صادق پیدا کرنا چاہتی ہے اور اسلام کی الہامی کتاب یعنی قرآن مجید اور فرقان حمید بھی اپنی کامل تعلیم میں یہی بات ثابت کرتا ہے کہ انسان پاپوں اور گناہوں سے نجات حاصل کرنے کیلئے ایک سچی معرفت تامّہ کاملہ کا محتاج ہے نہ کہ کسی اور چیز کا۔

سچّی اور کامل معرفت کامل الصفات ہستی کی معرفت سے ملتی ہے

اب یہ ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کامل ایمان اور کامل عرفان کس چیز کے متعلق پیدا ہونا چاہیئے۔ جس کے ذریعے گناہوں سے نجات ہو سکے۔ تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ اسلام کی رُو سے وہ سچّی اور کامل معرفت جو کامل ایمان اور کامل یقین کو پیدا کرتی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی کامل الذات اور کامل الصفات ہستی کی معرفت ہے۔ اسلام جس خدا کو پیش کرتا ہے وہ عین فطرت انسانی کے مطابق ہے انسان کی فطرت کیا چاہتی ہے یہی چاہتی ہے کہ جس نے اسے پیدا کیا ہے وہ اسے پہچان لے اور ایک سچّی اور کامل معرفت کے ساتھ اسے پہچان کر اعتقادی اور عملی طاقتوں کے ساتھ اس کی طرف دوڑے۔ اور اس تک پہنچ جائے۔ چنانچہ قرآن نے انسانی زندگی کا اعلیٰ مقصد ان معنوں میں بالفاظ ذیل پیش کیا ہے چنانچہ فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کہ مَیں نے انسانوں اور جنّوں کو اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس مخلوق کو جو تمہیں نظر آتی ہے اور جو نظر نہیں آتی سب کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت اور بندگی کریں۔ اس لئے مَیں ہی ان کا خالق اور ان کے اجسام کے ذرات اور ان کی رُوحوں کی قوتوں کو از خود پیدا کرنیوالا ہوں اور پیدا کرنے میں جیسے خدا تعالیٰ مخلوق کی طرح علّت آلی کا محتاج نہیں ویسے ہی علّت مادی کا بھی محتاج نہیں تاکہ اسے کمہار اور جولاہے کی طرح نہ سمجھ لیا جائے کہ جب تک مٹی اور سُوت نہ ہو وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیکار بیٹھا رہتا ہے۔ بلکہ جس طرح دیکھنے کے لئے خدا مخلوق کی طرح ظاہری روشنی کا محتاج نہیں اور سُننے کے لئے مخلوق کی طرح ظاہری ہَوا کی احتیاج نہیں رکھتا اسی طرح وہ پیدا کرنے کیلئے مخلوق کی طرح کسی مادہ کا محتاج نہیں بلکہ رُوح اور مادّہ ہاں محدود الذات اور محدود الصفات اور محدود الافعال مادّہ اور رُوح اپنی حدبست کے لئے اس مُحدِّد ہستی کے محتاج ہیں جس کی اپنی ہستی تو غیر محدود لیکن دوسری ہستیوں کے لئے حدود اور قیود پیدا کر کے ان کو حدبست کے اندر رکھنے والی ذات ہے۔

26

پھر انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ دوسری ہستی کیلئے جو حُسن رکھتی ہو یا احسان کرنیکا وصف رکھتی ہو یا قرابت اور رشتہ داری کا تعلّق رکھتی ہو یا حکومت کا تصرف رکھتی ہو طبعاً اس کی طرف میلان رکھتی ہے۔ خواہ وہ میلان طوعاً ہو یا کرہاً ؛

اسلام نے جس خدا کو پیش کیا ہے

چنانچہ اسی امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسلام نے اپنی تعلیم میں جس خدا کو پیش کیا ہے وہ ان صفات اربعہ سے متصف قرار دیکر پیش کیا ہے چنانچہ قرآن کے ابتدا میں ہی فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ کہ اگر انسان عالمین کی مخلوق میں حُسن اور احسان اور قرابت اور حکومت کا جلوہ دیکھ کر اس کی طرف مائل اور راغب ہوتا ہے تو اسے متنبہ ہونا چاہیئے کہ الحمد للہ رب العالمین یعنی ہر قسم کی حمد اور خوبی جو اسے عالمین کے وجود میں نظر آتی ہے وہ دراصل عالمین کی نہیں بلکہ رب العالمین ہستی کی ہے۔ جو عالمین کا رب اور خالق ہے اور ہر ایک حسین اور حسینوں کے حُسن کو پیدا کرنے والا ہے اور اگر انسان عالمین میں سے کسی محسن کی طرف اس کے احسان کی وجہ سے مائل اور راغب ہو رہا ہے تو اس مُحسن کو رب العالمین نے ہی پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں اور فطرت میں احسان کا مادہ اور وصف اسی نے پیدا کیا اور جس چیز کے ذریعے اس نے احسان کیا اور جس کے ساتھ احسان کیا یہ سارے اسباب اسی نے پیدا کئے کیونکہ الرحمان وہی ہے اور محسن بھی دراصل وہی ہے اور اگر عورت مرد یا مذکر مؤنث کے تعلق زوجیت کے ذریعے پیدا ہونے سے انسان بوجہ قرابت اور رشتہ داری کے اپنے والدین یا دوسرے رشتہ داروں کی طرف مائل اور راغب ہوتا ہے تو ان سب کو بھی پیدا کرنے والا وہی ہے کیونکہ وہ الرحیم ہے جسکے رحم کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زلزلے کے متعلق

زلزلے سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر

تھا زلزلہ کہ قہرِ خداوندِ دو جہاں — قدسی فضائے چرخ پہ کہتے تھے الاماں
جتنے تھے جاندار وہ اُس دم تھے نیم جاں — تھرّاتی تھی زمیں تو ششدر تھا آسماں
باقی کسر تھی کون قیامِ نشور میں — مُردے اُلٹ پلٹ رہے تھے قبور میں
تھی مرتعش کے ہاتھ کی کف اُس گھڑی میں — جو چیز اُس پہ تھی اُسے جنبش تھی بالیقیں
ہلنے لگا مکان تو لرزا دلِ حزیں — جائیں کہاں کہ جائے سفر بھی تھی کہیں
بھاگے اگر یہ کہہ کے کہ اب یہ مکاں گرا — کوئی یہاں گرا کوئی جا کر وہاں گرا
پٹنہ تباہ ہو گیا چوپٹ ہُوا مونگھیر — جو تھا جمالپور وہ اب خاک کا ہے ڈھیر
پانی زمیں سے نکلا لیا بستیوں کو گھیر — کیا کیا بیاں ہوں تُو مٹی قسمت کے ایر پھیر
جانیں گئیں ہزاروں تو لاکھوں مکاں گرے — نازاں تھا جن قصور پہ ہندوستاں گرے
دریا میں بہہ گئے ہیں جو پل ٹوٹ ٹوٹ کر — ہر سمت میں ہے ریل کی مسدود رہ گذر
تاروں کے کھمبے اُکھڑے پڑے ہیں اِدھر اُدھر — ملتی نہیں ہے قہر کے ماروں کی کچھ خبر
نازل کبھی ہُوا نہ تھا دنیا پہ یہ عذاب — اب شوق سے جہاں کو سخنور کہیں خراب
اس زلزلے میں ایسے عجائب ہوئے عیاں — جو واقعی قیامتِ صغرا کے ہیں نشاں
دریائے گنگ ہو گیا ناپید ناگہاں — اور تھوڑی دیر بعد جو دیکھا تو پھر رواں
آوازیں آ رہی تھیں بپا ایک شور تھا — آخر تھا وقت دہر تنفس کا زور تھا

(حقیقت لکھنؤ)

حضرت مسیح موعودؑ کا رؤیا:۔ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء رؤیا میں دیکھا کہ "بشیر احمد کھڑا ہے وہ ہاتھ سے شمال مشرق کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ زلزلہ اس طرف چلا گیا" (بدر جلد ۶ نمبر ۱۶ ۱۹۰۷ء)

چنانچہ یہ زلزلہ شدید شمال مشرق حصّہ میں آیا ہے۔

تصحیح: صفحہ ۱۵ پر مثنٰی خبر پڑھیں

توسیع اشاعت

ماہ فروری کا رسالہ وی پی کیا جا رہا ہے امید ہے احباب کرام وصول فرمائینگے اور سب سکرٹریان جماعت ہائے احمدیہ اس رسالے کی توسیع اشاعت کے لئے پوری پوری کوشش فرمائینگے کم از کم ۵۰۰ خریدار کا انتظام ہونا چاہیئے۔ ورنہ

ریویو آف ریلیجنز اُردو - قادیان دارالامان - ۵ ر فروری سنہ ۱۹۳۴ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈابر (ڈاکٹر ایس - کے - برمن) لمیٹڈ

پچاس برس سے مشہور و لاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا ہندوستانی وسیع کارخانہ

STAR TRADE MARK (REGD)

بوندوں میں فائدہ

ابلاری R9∝

امراض مستورات کی دوا

(دافع خرابی حیض و نقائص حمل کی مجرب اور مشہور دوا) سیلان رحم اور حیض کی خرابیوں کو دُور کرنے کی یہ بے نظیر دوا ہے۔ کمزور حمل کے نقائص کو مٹا کر کمزور جسم کو قوی بناتی ہے برسوں کی آزمودہ ہے۔ اس دوا کے استعمال سے سیلان الرحم کے نقائص کے علاوہ کمر پیٹرو جانگھ سر وغیرہ کے درد کو بہت جلد دُور کرتا ہے۔ قیمت عہ/ ۸ دو روپیہ آٹھ آنہ محصولڈاک دس آنہ ۱۰/

کولاریا R9∝

کولا ٹانک

دماغ رگوں اور پٹھوں کو قوی اور تھکاوٹ دُور کرنے کی لاجواب دوا۔ تھکے ماندے دکھے جسم کو ترو تازہ کرنیکا دعویٰ رکھتا ہے۔ دم کو بڑھاتا ہے۔ شراب اور افیون کو چھوڑاتا ہے۔ اور گلے کی آواز کو سریلا بناتا ہے۔ گانیوالے اور طالب العلم اور محنت کرنیوالے کو ہمیشہ پاس رکھنا چاہیئے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ دو آنہ عہ/ ۲ محصولڈاک ۷/ نمونہ کی شیشی ۴/ جو صرف ایجنٹوں سے مل سکتی ہے۔

ڈابر جنتری سنہ ۱۹۳۴ء بلا قیمت مفت منگا کر ملاحظہ کیجئے

نوٹ۔ سب جگہ ملتی ہیں دوا خریدنے وقت اسٹار ٹریڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کریں

صیغہ نمبر ۱۱۷ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ گورداسپور میں شیخ محمد بشیر رحمت علی سوداگر